www.mohaddis.com

320

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محدث

اپریل ۲۰۰۸ء

۲ اسلام کا پیغام امن اور مسلم اُمہ
۵۰ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا
۳۱ اللہ کی نظر رحمت سے محروم بدنصیب

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

ماہنامہ
محدث
لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی   مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰ روپے   زرِ سالانہ: ۲۰۰ روپے بیرون ملک: ۲۰ ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ ۲۰۰ روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔   ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476   موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __   www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدّث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملت اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ **محدث** لاہور پاکستان

جلد ۴۰ رشمارہ ۴
ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
اپریل ۲۰۰۸ء

فہرست مضامین

فکر و نظر

اسلام کا پیغام امن اور مسلم اُمہ کی حالتِ زار — خطبہ حج — ۲

حدیث و سنت

اللہ کی نظر رحمت سے محروم بدنصیب — محمد بن عبد العزیز — ۲۱

کتاب و حکمت

مصحفِ شریف؛ ایک تاریخی جائزہ — شیخ عبد الفتاح القاضی — ۳۴

فقہ و اجتہاد

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا مسئلہ — ڈاکٹر صہیب حسن — ۵۰

مدیر اعلیٰ
حافظ عبد الرحمن مدنی

مدیر حافظ حسن مدنی
0333-4213525

زر سالانہ ۲۰۰ روپے
فی شمارہ ۲۰ روپے

بیرون ممالک
زر سالانہ ۲۰ ڈالر
فی شمارہ ۲ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700

☏: 5866476
5866396
5839404

Email: hhasan@wol.net.pk

Publisher:
Hafiz Abdul Rahman Madani

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

اسلام کا پیغام اور مسلم اُمہ کی حالتِ زار

یوم عرفہ ۱۴۲۹ھ کو میدانِ عرفات میں ہونے والے خطبہ حج کا اُردو ترجمہ

صعید مکہ معظّمہ سے بلند ہونے والی یہ آواز ہر سال مسلم ممالک کے سیاسی مفادات اور سرکاری جکڑ بندیوں سے بالا تر ہوکر کلمہ اسلام کے نام پر ملت ِاسلامیہ کو مخاطب کرتی ہے۔ مسلمانوں کے عالمی اجتماع سے بلند ہونے والی یہ صدا اسلام کا ایک جامع نقشہ کھینچتے ہوئے مسلم اُمہ کو درپیش حالات پر ایک جامع تبصرہ پیش کرتی اوران کی مشکلات کا ایسا حل سامنے لاتی ہے جو قرآن وسنت کی آیات واحادیث سے براہِ راست مُستنیر ہوتا ہے۔ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اس متبرک آواز میں خلوص کی چاشنی، مسائل کا درد، مشاہدے کی گیرائی وگہرائی اور اصلاحِ احوال کا بہترین حل محسوس کرسکتا ہے۔ اس خطبہ کا اوّلین حصہ عبادات کی ترغیب وتفصیل پر مشتمل ہوتا ہے جو کسی فردِ مسلم میں قوتِ ایمانی اور اللہ سے تقرب کا اَساسی ذریعہ ہیں۔ اس کا دوسرا حصہ مسلمانوں کی اُخوت اور باہمی حقوق کی ترجمانی کرتا ہے جو مسلم معاشروں کی فلاح وصلاح کے ضامن ہیں۔ اس کا آخری حصہ ملت ِ اسلامیہ کی صورتحال کے عمیق مشاہدے کے بعد اُنہیں دردِ دل سے قرآن وسنت کی طرف لوٹنے اور اِنہیں اپنے اصلاحِ حالات کا نسخۂ اکسیر بنانے کی رہنمائی دیتا ہے۔ بیت اللہ سے بلند ہونے والی اس صدا میں ہمیں اپنے معاشروں اور ممالک کو درپیش مسائل کی لطیف نشاندہی اوران کا حل میسر آتا ہے اور ہر طبقہ زندگی کو مخاطب کرکے اُنہیں اسلامی ہدایات کو اپنانے اوراپنا روزمرہ معمول بنانے کی تلقین کی جاتی ہے۔ ہم اگر غور کریں تو اس خطبہ میں وطن عزیز پاکستان میں امن وامان کی صورتحال، بیرونی مداخلت اور مسلم معاشروں کو درپیش اباحیت اور ذہنی بے چینی وبے سکونی جیسے مسائل کا تذکرہ اورحل بھی موجود ہے۔ ان مسائل کے حل میں جدید مفکرین کی طرح ترقی ومادّیت اور روشن خیالی کے جدید اُسلوب کے بجائے قرآنِ کریم کی روشنی میں ربّ اوراس کے احکامات (دین خالص) کی طرف لوٹنے کو ہی باعث ِفلاح قرار دیا جاتا ہے۔

خطبہ حج کو ہمیشہ سے مسلمانوں میں ایک قدر ومنزلت حاصل رہی ہے اور مسلمان ایک خاص جذب واحترام سے اس خطبہ کو سنتے ہیں۔ الحمد للہ ادارہ 'محدث' کے ذریعے ماضی کی طرح اس برس بھی اُردو میں ترجمہ ہوکر یہ خطبہ بہترین ممکن اُسلوب میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ امام کعبہ ڈاکٹر شیخ عبد الرحمٰن السدیس اور بیت اللہ کے دیگر خطبات کی طرح حج کے یہ خطبات بھی اُردو زبان میں صرف ادارۂ محدث کو ہی اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ زیر نظر خطبہ کو حاصل کرنے اور 'محدث' کے لئے خطاب سے تحریر میں منتقل کرنے کی سعادت جزائر کے ایک نوجوان سعد بن سالم کے حصے میں آئی ہے اور محدث کے معاون جناب کامران طاہر نے اس کا سلیس اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ یاد رہے کہ حصہ اوّل کو بوجہ طوالت حذف کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان دینی خدمات کو استمرار واستحکام نصیب فرمائیں۔ آمین! ح م

www.KitaboSunnat.com

تمام تعریف اللہ تبارک وتعالیٰ کو سزاوار ہے، ہم اس کی حمد وثنا کرتے ہیں اور اس کی مدد اور مغفرت کے طلبگار ہیں۔ ہم اپنے نفسوں اور برے اعمال کے شر سے اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ جس کو وہ راہ یاب کردے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جو بلند مقام عطا فرمایا اور سارے جہاں کے لوگوں پر بزرگی بخشی اور ان کے راستے کو راہِ ہدایت قرار دیا۔ آپؐ نے لوگوں کو اپنے ربّ سے بخشش کی طرف دعوت دی اور اس کے عتاب سے متنبہ کیا اور ڈرایا اور آپؐ نے اللہ کے راستے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں سے جہاد کا حق ادا کردیا۔ صلوات اللہ وسلامه علیه أبدًا دائمًا

مسلمانوں میں باہمی احترام وحقوق

◉ آپ ﷺ نے ہمیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تنبیہ فرمائی جیسا کہ روایت میں ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے آپؐ سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: «الصلاة علی وقتها» نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا، پوچھا: اس کے بعد؟ فرمایا: «بر الوالدین» والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، آپؐ نے ان کی نافرمانی سے بچنے کی تلقین فرمائی کہ

«أکبر الکبائر الإشراك بالله وعقوق الوالدین» (صحیح بخاری:۵۲۷،۶۹۱۹)

''سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔''

◉ ہمیں تعلیم دی کہ ہم مہمان اور ہمسایہ کے حقوق کا اِکرام کریں، اسی طرح صلہ رحمی کا خیال رکھیں، فرمایا: «من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلیُکرم جاره»

''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایہ کا خیال رکھے۔''

مزید فرمایا «فلیُکرم ضیفه» ''اور اپنے مہمان کا خیال رکھے۔'' (صحیح بخاری:۶۰۱۹)

◉ اخلاق کے بارے میں فرمایا: «البر حسن الخلق» (صحیح مسلم:۲۵۵۳)

''حسن اخلاق سے پیش آنا نیکی ہے۔''

◉ سچائی کی تلقین یوں فرمائی:

«الصدق یهدي إلی البر وإن البر یهدي إلی الجنة وما یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند الله صدیقًا» (صحیح مسلم:۲۶۰۷)

''سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، ایک آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ کی طلب میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔''

اور فرمایا: «إن الصدق طمأنینة وأن الکذب ریبة» (سنن ترمذی:۲۵۱۸)

''بے شک سچ قلبی اطمینان ہے جبکہ جھوٹ اضطراب ہے۔''

◉ آپ ﷺ نے ہمیں منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے ایک بہت ہی ہمدردانہ بات بتائی اور فرمایا: «الدین النصیحة» ''دین سراسر خیر خواہی ہے۔'' صحابہؓ نے استفسار کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ! کس کے لئے؟ فرمایا:

«لله ولکتابه ولرسوله ولأئمة المسلمین وعامتهم» (صحیح مسلم:۵۵)

''اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، ائمۃ المسلمین اور عام مسلمانوں کے لیے۔''

◉ آپ ﷺ نے ہمیں دین پر استقامت کی ہدایت کی۔ سفیان ثقفیؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات بتلائیں کہ جس کے بعد میں مجھے کسی اور سے سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ آپؐ نے فرمایا: «قُل آمنتُ بالله ثم استقم»

''اس کا اقرار کرو کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔'' (مسند احمد:۴۱۳/۳)

◉ آپ ﷺ نے ہمیں اتحاد و اتفاق اور باہمی تعاون کی تعلیم دی، فرمایا:

«المؤمن للمؤمن کالبُنیان یشد بعضه بعضا» (صحیح بخاری:۲۴۴۶)

''مؤمن کے لیے مؤمن کی مثال ایک عمارت کی ہے جس کے مختلف حصے ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے اہل ایمان کی ایک دوسرے کے ساتھ رحم دلی اور محبت کی مثال یوں ارشاد فرمائی:

«مثل المؤمنین في توادّهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد إذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمی» (صحیح مسلم:۲۵۸۶)

''مسلمان آپس میں پیار ومحبت، رحم وشفقت اور مہربانی برتنے میں ایک جسم کی مثال رکھتے ہیں کہ جسم کا ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم اضطراب اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

◉ ہمیں عدل کو قائم کرنے اور ظلم سے اجتناب کی تعلیم دی ہے، فرمایا:

«اتقوا الظُّلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة» (صحیح مسلم: ۲۵۷۸)

''ظلم سے بچ جاؤ کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا باعث ہوگا۔''

اور فرمایا: «المُقسطون يوم القيامة على منابر من نور عن يمين الرحمن وكلتا يديه يمين، الذين يعدلون في حكمهم ...... » (صحیح ابن حبان: ۴۴۸۵)

''عدل کرنے والے قیامت کے دن رحمٰن کی دائیں جانب نور کے منبروں پر براجمان ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ ہی داہنے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں، اہل وعیال اور اپنے فرضِ منصبی میں انصاف کرتے ہیں۔''

◉ آپ ﷺ نے ہمیں حقوق کی ادائیگی کی تلقین کی اور فرمایا: «لتؤدن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء» (مسلم: ۲۵۸۲)

''قیامت کے دن تم سے حقداروں کے حقوق دلائیں جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کو سینگوں والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا۔''

اور فرمایا: «حق المسلم على المسلم ست إذا لقيته فسلم عليه وإذا دعاك فأجبه وإذا استنصحك فانصح له، وإذا عطس فحمد الله فشمته، وإذا مرض فعده، وإذا مات فاتبعه» (صحیح مسلم: ۲۱۶۲)

''مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ جب اسے ملے تو اسے سلام کہے، جب مسلمان دعوت دے تو اسے قبول کرے، اور جب وہ ہمدردی کا محتاج ہو تو اس کی ہمدردی کرے، جب چھینک مارے (اور الحمد للہ کہے) تو اس کو (يرحمك الله سے) جواب دے اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرے اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کا نمازِ جنازہ پڑھے۔''

◉ آپ ﷺ نے لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے بارے بھی ہمیں رہنمائی دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: «كل سلامي من الناس صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس يعدل بين اثنين صدقة» (صحیح بخاری: ۲۹۸۹)

''ہر دن سورج طلوع ہونے پر ہر انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دو آدمیوں کے

درمیان انصاف کرنا بھی صدقہ ہے۔''

◉ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو آپس میں تواضع و اِنکساری کی ہدایت دی اور فرمایا:

«إن الله أوحى إليّ أن تواضعوا حتى لا يفخر أحد على أحد لا يبغي أحد على أحد» (صحیح مسلم:۲۸۶۵)

''اللہ نے میری طرف یہ وحی بھیجی ہے کہ تم لوگ انکساری اپناؤ۔ ایک دوسرے پر فخر نہ کرو اور نہ ایک دوسرے پر ظلم کرو۔''

◉ آپ ﷺ نے رازوں کو اِفشا نہ کرنے اور مسلمانوں کے عیوب پر پردہ ڈالنے کی تعلیم دی، فرمایا: « من ستَر مسلمًا ستر الله عليه في الدنيا والآخرة» (ابن ماجہ:۲۵۴۴)

''جس نے اپنے مسلمان کے بھائی کے عیوب پر پردہ ڈالا، اللہ دنیا اور آخرت میں اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا۔''

◉ چغلی وغیبت سے پرہیز کی تلقین فرمائی اور یہ وضاحت کی کہ کسی مسلمان کے متعلق ایسی بات کہنا جو اسے ناپسند ہو غیبت ہے اور آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو کسی کے بارے میں کچھ الفاظ کہنے پر فرمایا:

«لقد قلتَ كلمة لو مُزِّجَتْ بماء البحر لمَزَجتْه» (ابوداؤد:۴۸۷۵)

''تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر میں ڈال دی جائے تو اس کا پانی بھی کڑوا ہو جائے۔''

آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: «لا يدخل الجنة نَمَّام» (صحیح مسلم:۱۰۵)

''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

◉ آپ ﷺ نے ہمیں متنبہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو گالی نہ دی جائے، لہٰذا فرمایا:

«سِباب المسلم فسوق وقتاله كفر» (صحیح بخاری:۴۸)

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔''

◉ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی سے بچنے کے بارے تلقین فرمائی:

«ألا وقول الزور وشهادة الزور» (صحیح بخاری:۵۹۷۶)

''خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی سے بچ جاؤ۔''

◉ آپ ﷺ نے ہمیں باخبر کیا کہ ہم مسلمانوں اور غیر مسلموں سے غدر و خیانت کے

مرتکب نہ ہوں، فرمایا: «يُنصب لكل غادر لواء غدر يوم القيامة يقال: هٰذه غدرة فلان بن فلان» (صحیح مسلم:۱۷۳۵،۱۷۳۶)

''قیامت کے دن خیانت کرنے والے کی پیٹھ پر غدر کا جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور کہا جائے گا یہ فلاں ابن فلاں کی غداری ہے۔''

◉ اور فرمایا: «من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة» (صحیح بخاری:۳۱۶۶)

''جس شخص نے معاہد ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔''

آپ نے ہمیں تنگ دستوں کو مہلت دینے اور خوشحال لوگوں کو آسانی باہم پہنچانے کی ہدایت فرمائی ہے۔اس کے علاوہ آپﷺ نے باہم ایک دوسرے سے رحمت و تعاون، تمام اخلاقی قدریں اور فضائل اعمال بیان فرما دیئے ہیں۔

لوگو! یہ ہے حقیقی اسلامی مساوات جو عدل کو قائم کرتی ،ظلم کی سرزنش کرتی، راستوں کے پر امن ہونے کی ضمانت دیتی اور ہر حقدار کا اس کا حق عطا کرتی ہے۔

جی ہاں! یہی وہ حقیقی اسلامی عدل ہے جو اپنی رشد و ہدایت پر مبنی اساسی تعلیمات کی وجہ سے جملہ نظام ہائے زندگی پر فائق ہے جس میں دین اور دنیا ہردو کے مفادات کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور وہ دین و دنیا کے درمیان موافقت پیدا کرتی نہ کہ نفی کرتی ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾

''جو مال اللہ نے تجھے عطا کیا ہے، اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔'' (القصص:۷۷)

مادیت،عقیدہ کے خلاف نہیں اور نہ ہی عقیدہ مادّیت کا مخالف ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان ربط اور تناسب از بس ضروری ہے، کیونکہ دین اسلام، دین و دنیا دونوں کی اصلاح کے لئے آیا ہے۔

رحمۃ للعالمین ﷺ

اُمتِ مسلمہ! یہ ہے اسلام اور یہ ہیں اس کے حامل نبی عربیﷺ جو محمد بن عبداللہ ہاشمی قرشی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے نرمی و شفقت کے ساتھ اللہ کی

طرف دعوت دی اور اُنہوں نے ہمیشہ دو مشکل راستوں میں سے گناہ سے پاک آسان راستہ اختیار کیا۔ اللہ نے اُنہیں تمام مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا اور یہ وصف صرف آپ کی ذات کے ساتھ خاص کردیا۔ آپؐ فرماتے ہیں: «وكان النبي يُبعث إلى قومه خاصة وبُعثتُ إلى الناس عامة» (صحیح بخاری:۳۳۵)

''ہر نبی ایک خاص قوم کی طرف بھیجا گیا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔''

- جو ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں جو اُنہوں نے ان الفاظ میں کی:

﴿رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ﴾ (البقرۃ:۱۲۹)

''اے ہمارے ربّ! ان لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو اُنہیں تیری آیات سنائے، اُن کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔''

- جن کی آمد کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے خود دی: ﴿وَاِذۡ قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِى اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ﴾ (الصّف:۶)

''اور یاد کرو عیسیٰ کی وہ بات جب اس نے کہا تھا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، اپنے سے پہلے آنے والی توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام نامی 'احمد' ہوگا۔''

- اللہ نے تمام انبیا سے یہ وعدہ لیا کہ اگر ان میں محمد ﷺ مبعوث ہوں تو ان پر وہ ایمان لائیں گے اور سب انبیا بھی اپنی اپنی قوم سے یہ وعدہ لیتے رہے۔

﴿وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ...﴾

''اور جب اللہ نے پیغمبروں سے وعدہ لیا کہ آج میں نے تمہیں کتاب اور حکمت ودانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ پوچھا: کیا تم اس کا اِقرار کرتے ہو؟ اور میری طرف سے دی گئی ذمہ داری کو قبول کرتے ہو، تو اُنہوں نے کہا ہاں! ہم اقرار کرتے ہیں۔''

◉ اہل کتاب اس آخری نبی ﷺ کو اچھی طرح پہچانتے ہیں: ﴿اَلَّذِیْنَ آتَیْنَاھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ ھُمْ﴾ (البقرۃ:۱۴۶)

''وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے، اس (نبی) کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔''

◉ ان کی کتب ِسماویہ میں بہترین توصیف بیان ہوئی:

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَاھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبَائِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ﴾ (الاعراف:۱۵۷)

''(یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو نبی اُمی کی پیروی کریں جس کا ذکر وہ اپنی کتاب توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ اُنہیں نیکی کا حکم کرتا اور بدی سے روکتا ہے۔ ان کے لیے طیبات حلال کرتا اور خبیث چیزیں حرام ٹھہراتا ہے اور اُن پر لدے ہوئے بوجھ اُتارتا ہے۔''

یہ ہیں نبیؐ باوصف ﷺ اور افسوس اس شخص پر جس نے ان کے راستے سے روگردانی کی اور تف ہے اس پر جس نے اُنؐ کی ذات اور سنت کا تمسخر اُڑایا۔ یقیناً ایسے بداعمال کے مرتکب خائب وخاسر ہوگئے اور اُن کے ہاتھ ٹوٹ گئے جس طرح ابولہب کے دونوں ہاتھ برباد ہوئے۔

'اسلام'...... دین رحمت وسہولت

اُمت ِاسلام! دین اسلام وہ دین ہے جس میں ہر طرح کی آسانیاں رکھ دی گئیں ہے جو خالص، سچی اور خیرخواہی کا داعی ہے اور فطرت کے عین موافق ہے جو کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا: ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ (البقرۃ:۲۸۶)

''اللہ کسی جان پر اس کی قدرت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔''

اور آسانی کا یہ وصف اسلام کے ہر شعبہ، عقیدہ، عبادت اور معاملات میں پایا جاتا ہے۔ اسلامی عقیدہ کو سمجھنا بالکل آسان ہے جو فلاسفہ و متکلمین کی پیچیدگیوں اور اہل ِقبور کی خرافات سے منزہ ہے۔ جبرائیلؑ آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں اور اسلام، ایمان اور احسان کے متعلق بتلاتے ہیں ان کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ

«فإنه جبريل أتاكم يعلمكم دينكم» (صحیح مسلم:۸)

''یہ جبرائیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھلانے آئے تھے۔''

ارشادِ باری ہے:﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾(الذاریات:۵۶)

''میں نے جن وانس کو صرف اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔''

اسی طرح ہماری عبادات میں بھی آسانی واضح ہے۔ دیکھئے! نماز کے لئے وضو شرط ہے، لیکن پانی کی عدم دستیابی کے وقت تیمّم کو اس کے قائم مقام قرار دیا گیا۔ نماز کھڑے ہوکر پڑھی جاتی ہے، اگر کوئی معذور ہو تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، بیٹھنے سے عاجز ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لے۔ اگر اس سے بھی قاصر ہو تو چت لیٹ کر نماز ادا کرسکتا ہے۔ اسی طرح شریعت نے سفر میں چار رکعت والی نمازوں میں قصر کی بخشش اور کسی وجہ سے نمازوں کو جمع کرنے کی رخصت عنایت فرمائی۔

مسلمان بھائیو! شریعت نے ہمارے معاملات میں بھی آسانیاں مرحمت فرمائی ہیں۔ اکثر چیزیں ہمارے لئے مباح کردیں:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ﴾ (الجاثیہ:۱۳)

''اور اس (اللہ) نے تمہارے لیے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو مسخر کردیا ہے۔''

معاملات میں ہمارے لئے حلت کو اصل قرار دیا جبکہ ظلم، دھوکہ اور جہالت کو حرام ٹھہرایا۔ یقیناً شریعتِ اسلام، اگر کوئی غور کرے، آسانیاں بہم پہنچانے والی شریعت ہے اور اللہ کا منشا بھی یہی ہے کہ ہم اس کی دی ہوئی رخصتوں کو قبول کریں۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

«إن الله يحب أن يؤتى رُخَصه كما يكره أن تؤتى معصيته»

(صحیح ابن حبان:۲۷۴۲)

''اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی عطا کردہ رخصتوں سے فائدہ اٹھایا جائے جس طرح اسے یہ امر انتہائی ناپسند ہے کہ اس کی معصیت سے اجتناب کیا جائے۔''

اور یہی وجہ ہے کہ معذور اور بھولنے والے پر گناہ ساقط کردیا گیا ہے۔ اور مؤمنین کی دعا کو اللہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ (البقرۃ:۲۸۶)

''اے ہمارے ربّ! ہم سے بھول چوک میں سرزد ہونے والی لغزشوں کا مؤاخذہ نہ کرنا۔''

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

«إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه»

''بے شک اللہ نے میری امت سے بھول اور مجبوری میں کیے جانے والے گناہوں کو ساقط کر دیا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ:۲۰۴۳)

اللہ تعالیٰ نے ہم سے ہماری طاقت سے زائد بوجھ ہلکے کر دیئے ہیں۔ قرآن میں مؤمنین کا قول ہے: ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ﴾ (البقرۃ:۲۸۶)

''اے ہمارے ربّ! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ جس بوجھ کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، وہ ہم پر نہ ڈال۔''

نبی ٔرحمت ﷺ نے فرمایا:

«إن هذا الدين يُسر ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه» (صحیح بخاری:۳۹)

''یہ دین سہل و آسان ہے اور اس دین میں کوئی شخص بھی شدت اختیار نہیں کرتا مگر آخر یہ دین اس کو مغلوب کر لیتا ہے۔''

اُمت ِمسلمہ! اسلام پانچ ضروریات کی حفاظت کے لئے آیا ہے جن میں دین، جان، مال، عقل اور عزت شامل ہیں۔ اگرچہ اس نصب العین کی تائید پہلی شریعتوں میں بھی موجود ہے لیکن شریعتِ اسلامی نے ایسا کامل و عادل ضابطہ حیات دیا ہے، جس میں نہ صرف ایک فرد پر ہونے والی زیادتی کا مداوا کیا گیا ہے بلکہ پورے معاشرے کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے اس کے اندر پورا منظّم نظام موجود ہے۔

بھائیو! آج ہمارے کانوں میں مختلف آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ حدود قائم کرنا سنگدلی اور وحشیانہ عمل ہے تو کوئی ان سزاؤں کے ردّ میں حقوقِ انسانی اور انسانیت کے نعرے اَلاپتا نظر آتا ہے۔ یقیناً ان نکتہ چینوں کے پاس ایک مظلوم فرد کے مداوائے دکھ کی کوئی منصوبہ بندی نہیں ہے اور یہ کسی ایسی صلاحیت سے بالکل تہی دامن ہیں۔ اُنہوں نے اُمت

مسلمہ کی امن وسلامتی کی صورتحال کا کبھی مشاہدہ نہیں کیا۔

ان سے پوچھئے کہ یہ سب لوگ اس وقت کہاں ہوتے ہیں جب ہزاروں نہیں، لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا جاتا ہے اور جس وقت کسی قوم کو غلام بنا کر ان کا استیصال کیا جاتا ہے اور ان کے وقار کو بلا جرم خاک میں ملایا جاتا ہے۔ اور یہ اس وقت کہاں ہوتے ہیں جب اُمت، اقوام اور علاقوں کی قسمت کے فیصلے کئے جاتے ہیں تاکہ اُمت کے درمیان دین، زبان، قرب اور ہر طرح کا رابطہ ختم کردیا جائے یقیناً یہ ظلم واستبداد اور بربریت کی بدترین صورت ہے۔

مسلمانو! یہ لوگ اس وقت کہاں ہوتے ہیں جب اُمتِ مسلمہ کی تذلیل کرنے، اسے ہراساں کرنے اور ان کی عسکری قوت کا جائزہ لینے کے لئے اسلامی خطوں میں اسلحہ کی سمگلنگ کے محاذ کھولے جاتے ہیں اور جب اسلامی ممالک میں نظریاتی و سیاسی میدان سجائے جاتے ہیں اور ان کے تحقیقی مراکز میں سطحی معلومات کو رواج دیا جاتا ہے۔

اے اغیار سے دوستی کے ہاتھ بڑھانے والو! اللہ سے ڈر جاؤ کہیں تم اُمت پر استبداد مسلط کرنے اور اس کے وقار واختیار کی دھجیاں اُڑانے والوں کے آلہ کار نہ بن جانا۔

اسلام کا نظامِ عقوبات

اے دانشورانِ عالم! شریعت نے عقوبات کی صورت میں ایک قوی نظامِ عدل قائم کیا ہے۔ اسلام میں قتل صرف قبیح ترین جرائم میں روا رکھا گیا ہے اور وہ ہے: قتل عدوان کی صورت میں، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کے ارتکاب پر، مرتد ہوجانے پر اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوجانے پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث: النفس بالنفس والثيب الزاني والتارك لدينه المفارق للجماعة» (صحیح بخاری:۶۸۷۸)

''اللہ کے وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت دینے والے کا خون تین صورتوں کے علاوہ مباح نہیں: قتل کے بدلے قتل، شادی شدہ زانی اور جماعت سے الگ ہونے والا۔''

* قاتل کو ظلم و عدوان سے قتل کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے تاکہ انسانیت کو اطمینان حاصل ہوسکے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

''اے عقل رکھنے والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔ اُمید ہے تم اس کی خلاف ورزی سے گریز کروگے۔'' (البقرۃ:۱۷۹)

مجرم پر رحم کرنے کی باتیں کرنے والے درحقیقت متاثرہ افراد کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

* شادی شدہ زانی، زنا جیسے قبیح جرم کی پاداش میں سنگساری کے ذریعے قتل کردیا جاتا ہے اور یہ اس سے پہلے کی شریعتوں میں بھی رائج تھا۔

* اسی طرح مرتد کی سزا بھی قتل ہے، کیونکہ وہ اپنی رضا اور اختیار سے اس دین میں داخل ہوا تھا۔ حدیثِ نبویؐ ہے: «ومن بدّل دينه فاقتلوه» (صحیح بخاری:۳۰۱۷)

''جو اپنا دین بدل دے، اسے قتل کردو۔''

اور اگر یہ عقوبت ترک کردی جائے تو لوگوں کے اسلام سے روگردانی کرنے کی وجہ سے زندقہ والحاد کا دروازہ کھل جائے گا۔ نظام میں رکاوٹ ڈالنے والے اور خلیفہ کے مقابلہ میں نئی جماعت تیار کرنے والے کو اس لئے قتل کیا جائے گا کہ اس نے اس فعل کا ارتکاب کرکے فتنہ وفساد برپا کردیا۔ لوگوں کے اَموال کی حفاظت کے لئے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں۔ اسی طرح نشہ آور اشیا استعمال کرنے والے پر اس لئے حد لگائی جاتی ہے تاکہ وہ عقل وفکر کو نقصان پہنچانے والی ان چیزوں کے استعمال کو چھوڑ دے۔

مسلمانو! کہاں ہیں وہ لوگ جو پوری دنیا پر اپنا تسلط چاہتے ہیں۔ وہ زمین پر فتنہ وفساد کا بازار گرم رکھنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں اور ایسے قوانین اور انجمنیں تشکیل دیتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے مجرموں کو تحفظ دیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْا أَهْوَائَهُمْ﴾ (محمد:۱۴)

''بھلا ایسا ہوسکتا ہے کہ جو اپنے ربّ کی طرف سے صریح ہدایت پر ہو، وہ ان لوگوں کی طرح ہو

www.KitaboSunnat.com
مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

جائے جن کے لیے برا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چل نکلے ہیں۔''

مسلمانوں کی حالت زار اور اِصلاح اَحوال

اُمتِ مسلمہ! مال زندگی کے اُمور کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔اس کے ساتھ زمین کو آباد کیا جاسکتا ہے، معاشروں کو مضبوط کرنے کے لئے مال کا کردار بڑا اہم ہے۔یہ اَشیا کے تبادلے،کرنسی اور مزدوری کی اُجرت کے لیے بہت ضروری ہے۔

فی زمانہ اقتصاد اور مال بذاتِ خود ایک مستقل علم بن چکا ہے جس میں افراد اور جماعتوں کی ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی دوڑ لگی ہوئی ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ معاشیات اس وقت ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے جس کے ذریعے قوموں کو زیر کیا جاتا ہے اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیا جاتا ہے۔کتنی ہی قومیں ہیں کہ جب ان کو اقتصادی مشکلیں ختم کرنے کا لالچ دیا گیا تو اُنہوں نے پالیسیوں کو بدل لیا اور اپنی قوم کے مقاصد کو پس پشت ڈال دیا۔

مسلمانانِ اسلام! اللہ کے واسطے بیدار جاؤ! دیکھو تمہارے اسلامی ممالک میں خود معدنیات کے ذخائر موجود ہیں۔کیا ہم ان سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے ؟ کیا کوئی اسلامی منڈی اس منافع بخش تبادلہ کا اہتمام کررہی ہے؟ اور کیا اس وقت کسی کے پاس کوئی ایسی اقتصادی منصوبہ بندی ہے جو سود سے پاک ہو؟ اب غفلت کی چادر اُتار پھینکو! قبل اس کے کہ سودی بینک تم پر ٹوٹ پڑیں اور تمہارے معاملات ان ہاتھوں میں دے دیں جن کو تمہاری حفاظت وسلامتی سے کوئی سروکار نہیں۔

اے مسلمان حکمرانو! آج مسلمانانِ اسلام انتہائی نازک حالات سے دوچار ہیں مسلمان جس قدر آج مظلوم وکمزور ہیں، ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی ۔ان پر ہرطرف سے دشمن کی یلغار ہورہی ہے اور ہمارے لیے ازبس ضروری ہے کہ ہم اپنے دین پر تمسک اختیار کرتے ہوئے اپنے درمیان اتحاد قائم کریں ۔ وہ لوگ قومی خیانت کے مرتکب ہورہے ہیں جو اپنے شخصی مفادات کو امت کے اجتماعی مفادات پر ترجیح دیتے ہوئے اتحاد میں پیش قدمی نہیں کرتے۔یہ لوگ اَغیار سے گٹھ جوڑ اور معاہدے کرتے پھرتے ہیں۔یہی لوگ دشمنوں کے

ساتھ مل کر اپنے علاقوں کے خلاف اور اپنے عقیدہ کے خلاف سازشیں بنتے ہیں اور یہ لوگ ان سے مل کر علاقوں پر قبضہ کرتے، ان پر پیش قدمی کرتے ہیں اور اُنہیں کمزور اور زیر کرنے کے کی کوششوں میں رہتے ہیں۔

اُمتِ مسلمہ! اپنے حالات کا جائزہ لیجیے، مسلمان آج کمزور پوزیشن میں ہیں۔ وہ تفرقہ جیسی کمزوریوں میں مبتلا ہو چکے، ان کی شان وشوکت مٹ گئی اور رعب ودبدبہ اُٹھ چکا۔ لیکن افسوس مسلمانوں کی اپنی صورتِ حال اس پستی کا شکار ہے کہ قبروں پر تعمیرات کی جارہی ہیں اور انہیں زیارت گاہوں کا درجہ دیا جا رہا ہے۔ کوئی ان قبروں کا طواف کر رہا ہے تو دوسرا صاحبِ قبر سے فریاد کناں ہے اور کوئی ان سے اللہ سے ڈرنے کی طرح خوف کھا رہا ہے اور ان سے حاجات طلب کی جارہی ہیں۔ یہ افعالِ شنیعہ اس طرح بجالائے جارہے ہیں گویا یہ لوگ اپنے حقیقی ربّ اور خالق کو پہچانتے تک نہیں۔ یہ سب جہالت وگمراہی کے کام ہیں۔ یقیناً مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ان گمراہیوں کے تدارک کا سوچیں تاکہ مسلمانوں کا رخ توحید خالص کی طرف موڑا جاسکے۔ بے شک دعا واستغاثہ صرف اللہ ہی سے کیا جاسکتا ہے

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (غافر:٦٠)

''تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔''

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ (الانفال:٩)

''جب تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے، تو اس نے تمہاری فریاد رسی کی۔''

مسلمان بھائیو! ذرا ہوش کرو۔ اللہ کے سوا جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو وہ تمہارے جیسے ہی انسان تھے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (الاعراف:١٩٤)

''جولوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں، وہ دوسرے بھی تمہاری طرح کے ہی انسان ہیں۔ جاؤ ان سے دعائیں مانگ دیکھو، کیا تمہاری پکار کا وہ جواب دیتے ہیں، اگر تم سچے ہو۔''

اورحالانکہ یہ لوگ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے کہ ان سے مانگا جائے وہ تو خود ایک مخلوق ہیں، نہ کہ خالق اور وہ خود ربّ کے محتاج ہیں نہ کہ ربّ!

بھائیو! اپنے آپ کو جہنم سے بچالو اور اللہ کی توحیدِ خالص کو اپنالو، یہی ایک راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے اللہ کی مدد ونصرت کا حقدار بنا جاسکتا ہے۔

اُمتِ مسلمہ! اگرچہ اس وقت مسلمانوں کے ممالک ایک دوسرے سے دوری پر ہیں، لیکن وہ سب ایک ہی وطن کی حیثیت رکھتے ہیں، کیونکہ مسلمان آپس میں ایک جسد کی مانند ہیں کہ اگر جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تکلیف و بے قراری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مغربی مسلمان ہماری طرف اپنے وفد بھیجتے ہیں اور مسلمان اپنے دین اور علاقوں کے وفادار ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی بھی پوری پوری حمایت اور ان کا دفاع کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے۔ یہ ہے مسلمانی کا حق؛ وطن سے ایسی محبت فطرت اور دین کا تقاضا ہے۔ جب نبی ﷺ کو مکہ سے نکالا گیا تو آپؐ نے فرمایا تھا:

«لولا إن قومي أخرجوني منك ما سكنت غيرك» (سنن ترمذی:۳۹۲۶)

''اے مکہ! اگر میری قوم تجھ سے مجھے نہ نکالتی تو میں تیرے علاوہ کہیں سکونت اختیار نہ کرتا۔''

اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے ممالک میں بہت سی خیر موجود ہے۔ دین کا غلبہ اور امن وامان قائم ہے۔ خوردنی اشیا کی فراوانی ہے۔ ہم اپنے اس عظیم شہر سے محبت کرتے ہیں، کیونکہ اس میں توحید کا مکمل غلبہ ہے اور اس کے حکمران شریعت کو لاگو کرنے والے، قرآن کی عظمت کو منوانے والے اور دین کے مددگار ہیں۔ وفقهم الله لما يحبه ويرضاه !

اُمتِ مسلمہ! آج اس بلد، حکومت اور وطن کے خلاف حسد وعناد پر مشتمل باتیں سنی جارہی ہیں۔ یقیناً یہ لوگ ہمارے دین اور امن وامان سے خار کھاتے ہیں اور یہ لوگ ہمیں صف بستہ نہیں دیکھنا چاہتے اور ہماری بیش بہا معدنیات اُنہیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں اور ہماری ترقی کے تمام اُمور ان کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں اور ان کی بربادی کے لیے وہ مسلسل سازشیں بنتے رہتے ہیں جس کے لیے وہ دھوکے سے نافہم اور کم عقل نوجوانوں کے لشکر تیار کرتے ہیں جنہیں مسلمانوں کے علاقوں میں بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ تکفیر، قتل اور دہشت گردی پھیلائیں اور اس کے پس پردہ اغراض یہی ہوتے ہیں کہ مسلمان عوام اور ان کے قائدین کو ہراساں کیا جائے۔

دوسری طرف آئے دن عالم اسلام میں دہشت گردوں کے دھماکوں ایسے واقعات رونما

ہو رہے ہیں اور یہ انتہائی گمبھیر اور خطرناک صورتحال ہے۔ ہر مسلمان ایسی کاروائیوں کو ردّ کر چکا ہے۔آئے دن خبریں سننے کو ملتی ہیں، جن میں معصوم جانیں دھماکوں کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ یہ سراسر ظلم ہے، جس سے ہم براءت کا اعلان کرتے ہیں۔اور ان کاروائیوں میں ملوث اپنے بھائیوں کو واسطہ دیتے ہیں کہ وہ راہِ راست پر آجائیں، جذباتی طرزِ عمل اور بیمار پراگندہ عقلیں کہیں اُنہیں ورغلا نہ لیں۔کیونکہ وہ چاہتے ہی یہ ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کے افراد کو ایک دوسرے کے خلاف اُبھارا جائے اور پھر یہ عناصر اسلامی دنیا میں ایسی باتیں پھیلاتے ہیں جن سے اُمت میں افراتفری اور انتشار پھیلے اور یہ قوتیں اَفراد اور گروپوں کو ان کی قیادت کی بغاوت کی ترغیب دیتے ہیں تاکہ اُمت مسلمہ داخلی طور پر ہمیشہ خلفشار کا شکار ہے۔

میرے بھائی! ان اقدامات کا آخر کس کو فائدہ پہنچ رہا ہے؟ یقیناً ہمارا دشمن ہی اس سے فائدہ اُٹھا رہا ہے اور ہم ان تمام لوگوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں جن کو ایسے دہشت گردانہ مسائل درپیش ہیں۔یقیناً یہ بدترین مصائب ہیں جس کے علاج کے لیے ضروری ہے کہ باہم ایک دوسرے کی معاونت کی جائے اور تعاون کی تمام تر کوششوں کو یقینی بنایا جائے تاکہ اس مصیبت سے گلوخلاصی ہو۔ دہشت گردی ایک ایسا خطرناک جرثومہ ہے جس کے اثر انداز ہونے کا مآل خلفشار، انتشار اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کی جماعتیں دہشت گردی سے جان چھڑائیں اور اس کے تدارک کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔

نوجوانو! تم اپنی قوم اور علاقوں میں بربادی کے لیے استعمال کئے جانے سے بچ جاؤ۔ذرا سوچو! اس سے کس کو فائدہ پہنچے گا؟ان کے اشاروں پر چلتے ہوئے تم ایسے ایجنٹ تلاش کرتے ہو جو اُن کے لیے خبر رسانی کا کام کرسکیں اور تم یہ کام اُن کے ہاں سرخرو ہونے کے لیے کرتے ہو۔ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ سے استقامت طلب کریں اور اللہ ہی سے ہر بھلائی کے لیے تعاون مانگیں۔

اُمتِ مسلمہ کے ذمہ دار عناصر کو یاددہانی

اے مسلم حکمرانو! میں آپ کو اپنے عوام کے بارے اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ اُنہیں کتاب وسنت کی تعلیمات پر آمادہ کیجیے۔ان کے درمیان اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کیجیے۔ عدل قائم کریں اوراپنے علاقوں کی ذمہ داری کو محسوس کیجیے، فرمان نبوی ہے:

«اللهم من وَلِيَ من أمر أمتي شيئا فَشَقَّ عليهم فَاشْقُقْ ومن ولي من أمر أمتي شيئا فَرَفِقَ بهم فَارْفُقْ به» (صحیح مسلم:۱۸۲۸)

''اے اللہ! جو شخص میری اُمت کے کسی معاملے کا نگہبان بنے اور ان سے سختی کا برتاؤ کرے تو تو بھی اس سے سخت روی سے پیش آ اور جو میری اُمت کا ذمہ دار ہوکر نرمی کا رویہ اختیار کرے، تو تو بھی اس سے نرم ہوجا۔''

علماے اسلام! علم کا نور حاصل ہونے پر اللہ کا شکر بجالاؤ، تم ہی حقیقی طور پر انبیا کے وارث ہو، اس علم کی بدولت اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔اس سچے علم کو زیادہ سے زیادہ پھیلاؤ تاکہ جہالت ونفاق ختم ہو سکے اور جس طرح تم نے اسے اپنے سلف سے لیا، اسی طرح بدعات وشبہات سے پاک، کمی وزیادتی سے مبرا اور صاف ستھرا علم اپنے بعد والوں تک پہنچاؤ۔

مفتیانِ اسلام! حج اور دوسرے معاملات میں فتویٰ دیتے ہوئے اپنے منصب کا خیال کیجیے۔ اس شہر میں حج کے لیے آنے والے بھائیوں میں کچھ لوگ سختیوں کو برداشت کرنے والے ہوتے ہیں جبکہ کچھ پابندیوں کے عادی نہیں ہوتے۔ اُنہیں کتاب وسنت کی اتباع پر آمادہ کیجیے اور حج کے دوران بے بنیاد تشدد اختیار کرنے سے منع کیا کریں۔ اسی طرح اُنہیں تنبیہ کی جائے کہ وہ حج کے اَرکان ادا کرتے ہوئے مسائل میں اپنی مرضی اور پسند سے ایسے کام نہ کریں جن کا سنتِ صحیحہ سے دور کا واسطہ بھی نہ ہو۔

داعیان الی اللہ! اپنی ذمہ داری کا لحاظ کرتے ہوئے اپنا قبلہ درست رکھیے۔ زمانہ کی چکا چوند کہیں تمہیں راہِ راست سے بھٹکا نہ دے اور کسی مقلد اور مفتی کے پیچھے بغیر دلیل کے مت چلو، اتباع کے لائق صرف اصل راستہ اور منہج کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہے۔

اے قوم کے مربیو! ہمارے بچے اور بچیوں کی تربیت تمہارے پاس امانت ہے۔ ان

نونہالوں کی عقلیں اور دل تمہارے مرہونِ منت ہیں۔ اللہ سے ڈرتے ہوئے ان کی اصلاح کرو اور اُنہیں ایسے نہج پر تعلیم سے آراستہ کرو جو اُنہیں ان کے تابندہ ماضی سے جوڑ دے اور اُنہیں علم نافع سے مسلح کردو تاکہ وہ مستقبل میں روشنی کے مینار بنیں۔

ذمہ دارانِ میڈیا! آج کے دور میں میڈیا تمہارا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اسلام کی نشر واشاعت اور اس کے دفاع کے لیے اس کا استعمال کرو تاکہ اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کو فروغ حاصل ہو۔ میڈیا پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کو مشکوک بنانے والے اور حیا باختہ مواد کو شائع نہ کرے۔ ہمارے ٹی وی چینلوں کو چاہیے کہ وہ اخلاقِ اسلامیہ اور اسلام کے فضائل کی تبلیغ کرتے نظر آئیں، نہ کہ اخلاقیات سے عاری خرافات پیش کرنے والے اور اختلاف وافتراق کو ہوا دینے والے پروگرام ان کے پردہ سکرین پر ہروقت موجود رہیں۔ میڈیا کے ایسے اقدامات اُمت کے مقاصد اور مسلّمات میں شکوک کا باعث بنتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے تحقیقی مقالوں، پروگراموں اور میڈیا پر شائع ہونے والی ہر بات میں اسلامی اقدار کو ملحوظ رکھیں، کیونکہ ہر کوئی اللہ کے ہاں اپنی ہر بات کا جوابدہ ہوگا۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ (قٓ:١٨)

''(انسان کا) کوئی ایسا لفظ نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔''

اے نوجوانانِ اسلام! تمہاری جوانی اُمت کے لیے باعثِ قوت وعزت ہے۔ اہل اسلام کی اُمیدیں تم سے وابستہ ہیں۔ دیکھو! کہیں مایوس نہ کردینا۔ اللہ سے ڈر جاؤ، ایمان، تقویٰ اور علم وعمل صالح کو اپناؤ اور کہیں دشمن اپنے مقاصد کے لیے تمہیں استعمال نہ کرپائے۔ کسی کی دعوت پہ لبیک کہنے سے پہلے ضرور دیکھ لو کہ بلانے والا کیسے سیرت واخلاق کا حامل ہے اور اس کی دعوت کا مقصد کیا ہے؟ لوگوں میں کتنے ہی لوگ مختلف روپ دھارے بیٹھے ہوئے ہیں اور کتنے ہی لوگ ہیں جو بظاہر حق کا پرچار کرتے دکھائی دیتے ہیں، لیکن ان کے باطل ہونے کو اللہ خوب جانتا ہے اور کتنے ہی ایسے داعی ہیں جو سچ کا لبادہ اوڑھے، دھوکے سے گمراہی کی طرف بلا رہے ہوتے ہیں تاکہ اُمتِ مسلمہ کو نقصان پہنچایا جائے۔

نوجوانو! سنبھل جاؤ فکر تدبر سے کام لو تاکہ اس عظیم نقصان سے بچ جاؤ......!

اے مسلمان بیٹیو! تم بخوبی جانتی ہو کہ اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد بلادِ کفر میں تمہاری کیا حیثیت تھی اور تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ عورت نے اسلام سے کیا کیا فوائد حاصل کئے؟ کیا عورت کے جسم کو جذباتی تسکین اور متاعِ محض نہیں سمجھا جاتا تھا؟اس کے ازدواجی وخاندانی حقوق سلب کردیے گئے تھے۔لیکن اسلام نے اسے اپنے دامنِ عزت میں جگہ دی اوراس کے حقوق کی حفاظت کی۔ اللہ سے ڈر جاؤ، اسلام پر پابندی اختیار کرو، عفت وعصمت کے تحفظ اور حجاب کے معاملہ میں سختی برتو۔ اورکہیں منافقین وملحدین کے دامِ فریب میں نہ آجانا۔ وہ تمہاری ساکھ اوراخلاق کو داغدار کرنا اور تمہاری بربادی وتباہی کا سامان چاہتے ہیں۔

مسلمان تاجرو! مسلمانوں کے بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ۔ حلال طریقوں سے مال کماؤ اور حلال جگہ پر ہی خرچ کرو۔اپنے بھائیوں سے نرمی کا معاملہ کرو، سختی نہ کرو۔ تنگدست کو آسانی فراہم کرو، زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو گے تو آسمان والاتم پر رحم فرمائے گا۔

اے حی قیوم ذات، اے رحمٰن ورحیم ربّ! ہمیں اپنے عذاب سے چھٹکارا عطا فرما دے۔ اے ربّ العالمین !ہماری لغزشوں سے درگزر فرما۔اللہ! تیرے یہ بندے آج کے عظیم دن اور عظیم مقام پر جمع ہو کر تیرے سامنے اپنی محتاجی، فقیری اور عجزو انکساری کا اعتراف کرتے ہوئے تیری رحمت کا سوال کرتے ہیں۔اے اللہ! ہمارے گناہوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اپنی مغفرت سے ہمیں نواز دے۔ اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخش اور شرک ومشرکین کو ذلیل ورسوا فرما۔

اے اللہ! اپنے موحد بندوں کی مغفرت فرما اور دین کے دشمنوں کو نابود کردے۔اے اللہ! مسلمانوں کو خیر پر متحد کردے اُنہیں عزت عطا فرما۔ ان کی کمزوریوں کو قوت میں بدل دے،ان کی بکھری ہوئی جماعتوں کو خیر پر مجتمع کردے۔

اے ہمارے ربّ! ہمیں اور ہمارے ان مؤمن بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے گزر چکے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے بغض نہ ڈالنا، بے شک تو رؤف رحیم ہے۔

> طوالت کے پیشِ نظر خطبہ کے اوّلین حصہ کا ترجمہ شائع نہیں کیا گیا۔شائقین مکمل متن www.mohaddis.com پر مطالعہ کرسکتے ہیں۔ادارہ

حدیث وسنت

محمد بن عبدالعزیز خضیری
مترجم: حافظ اختر علی ☆

روزِ محشر اللہ کی نظرِ رحمت سے محروم 'بدنصیب'!

بھلائی کا کوئی کام ایسا نہیں جس کی طرف شریعتِ مطہرہ نے ہماری رہنمائی نہ کی اور ہمیں اس کی رغبت نہ دلائی ہو۔ اور برائی کا کوئی بھی کام ایسا نہیں ہے جس سے شریعت نے ہمیں ڈرایا اور اس سے منع نہ کیا ہو۔ شریعت نے خیر وشر ہر دو پر عمل کرنے والے شخص کا انجام بالکل واضح کردیا ہے۔ چنانچہ ایسا شخص جو بھیانک انجام سے ڈرنے والا ہو، اسے چاہئے کہ وہ ان چیزوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرلے جو اس کی عاقبت کو تباہ وبرباد کرنے والی ہیں اور وہ ان ہلاکت خیز چیزوں سے اپنے آپ کو بچانے کے ساتھ ساتھ اپنے اہل وعیال، عزیز واقارب کو بھی ان کے ارتکاب سے بچائے۔

مسلمانوں میں بے شمار ایسے واقعات موجود ہیں کہ ارتکابِ معاصی کی وجہ سے اللہ کی طرف سے ان پر مختلف قسم کی تکلیفیں اور عذاب آتے رہے جس کی وجہ دراصل اللہ کا غضب، اس کی نافرمانی اور بدترین گناہوں کا ارتکاب تھا۔ ان مختلف گناہوں کا بدترین نتیجہ یہ بھی ہے کہ قیامت والے دن میدانِ حشر میں ایسے لوگ نہ تو اللہ تعالیٰ کی کلام اور نظرِرحمت کے مستحق ہوں گے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں کی نجاست سے پاک کریں گے بلکہ ان کو سخت عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔

اے اہل عقل ودانش! جب اللہ کی طرف سے بعض عظیم گناہوں پر سنگین عذاب کی وعید آچکی ہے تو ہمیں چاہئے کہ ان کو غور سے سنیں، ان کو سمجھیں اور ایسے گناہوں کے ارتکاب سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ تمام کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے اور توبہ کے بعد اپنے آپ کو، اپنے اہل وعیال اور بھائیوں کو بھی کبائر کے ارتکاب سے بچانے اور توبہ کی طرف متوجہ کرنے کی پوری پوری کوشش کرنا ضروری ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

☆ فاضل کلیہ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ...... انچارج 'محدث' ویب سائٹ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

''ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر۔ جس پر سخت اور مضبوط دل فرشتے مقرر ہیں؛ جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے، اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم کیا جائے، بجا لاتے ہیں۔'' (التحریم:۶)

مسلمان بھائیو! آپ پر لازم ہے کہ ان گناہوں کی تفصیل کو غور سے دیکھ لو جن کا ارتکاب کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ وعید سنائی ہے کہ

﴿وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

''اللہ تعالیٰ قیامت والے دن نہ تو کلام کرے گا، نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا، نہ ہی ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (آلِ عمران:۷۷)

قرآن وحدیث میں مذکور ایسے گناہ حسبِ ذیل ہیں:

① احکامِ الٰہی کو چھپانا اور تھوڑی قیمت پر بیچ دینا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (البقرة:۱۷۴)

''بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی کتاب کے احکام چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں، یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ ان سے بات بھی نہیں کرے گا، نہ اُنہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

◉ جیسا کہ علماے یہود کا یہ طریقہ تھا کہ اُنہوں نے تورات میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ صفات کو لوگوں سے چھپایا۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

''اگرچہ یہ آیت علمائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے حق کو چھپاتے ہیں۔ ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکامات اور ہدایت کو چھپاتا ہے، اس کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ

مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ﴾ (البقرۃ:۱۵۹)

''جو لوگ ہماری اُتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں، ان پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔''

◉ اسی طرح امام قرطبیؒ ﴿وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (البقرۃ:۴۱) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگرچہ یہ آیت بنی اسرائیل کے ساتھ خاص ہے، لیکن اس حکم میں ہر وہ شخص شامل ہوگا جو بنی اسرائیل کا سا فعل سرانجام دے گا۔ جو کوئی حق کو بدلنے یا باطل کے لئے رشوت لیتا ہے یا جو کسی کو ضروری تعلیم (جس کو سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے) حاصل کرنے سے روکتا ہے، یا جو اس نے سیکھا ہے، اس کو بیان نہیں کرتا حالانکہ اس کو اس بات کا شریعت نے حکم دیا ہے، لیکن وہ اس پر اُجرت لے کر خاموش رہتا ہے تو وہ بھی اس آیت کے حکم میں شامل ہوگا۔'' واللہ اعلم

◉ سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من تَعلَّم علما مما يتبغي به وجه الله عزَّ وجلَّ لا يتعلمه إلا ليصيب به عرضا من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة» (رقم الحدیث:۳۱۷۹)

''ایسا علم جس کے حصول میں اللہ کی رضا مقصود ہونی چاہئے، وہ اس علم کو حصولِ دنیا کا ذریعہ بنا لیتا ہے تو قیامت والے دن وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔''

◉ مزید برآں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

''اگر اللہ کی کتاب میں یہ آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى﴾ (البقرۃ:۱۵۹) نہ ہوتی تو میں کبھی بھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔''

(صحیح بخاری:۱۱۵، صحیح مسلم:۴۵۴۹)

④ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (آلِ عمران:۷۷)

''بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے بات کرے گا، نہ ان کی طرف قیامت کے

دن دیکھے گا، نہ اُنہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

◉ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ بتا رہے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے نبیؐ کی اتباع کے عہد کے بدلے میں اور نبیؐ کی صفات اور اس کے حکم کو بیان کرنے کے بدلے میں تھوڑی قیمت لے لیتے ہیں اور اپنی جھوٹی اور گناہ پر مبنی قسموں کے بدلے میں اس دنیاے فانی کے مفادات حاصل کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمایا ہے کہ ﴿أُولٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لئے روزِ قیامت اللہ کے ہاں کوئی اجر وثواب نہیں ہوگا اور قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا۔'' یعنی نہ تو اللہ تعالیٰ نرم لہجے میں ان سے بات کریں گے اور نہ ہی نظر رحمت سے ان کی طرف دیکھیں گے۔ ﴿وَلَا يُزَكِّيهِمْ﴾ اور نہ ہی ان کو گناہوں اور نجاستوں سے پاک کریں گے بلکہ ان کے بارے میں جہنم کا فیصلہ سنا دیا جائے گا۔''

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لئے یہ حرام ہے کہ وہ اس فانی دنیا کے فوائد حاصل کرنے کے لئے اللہ کی جھوٹی قسمیں اُٹھائے۔ایسی قسموں کو علما نے الیمین الغموس (ڈبو دینے والی قسم) کا نام دیا ہے۔

◉ اسکی وضاحت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جھوٹی قسم اُٹھاتا ہے اور قسم کے ذریعے وہ اپنے مسلمان بھائی کا مال حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر اللہ کا غضب ہوگا (اللہ اس سے ناراض ہوگا)۔'' (صحیح بخاری:۲۲۳۹)

◉ اشعث بن قیسؓ فرماتے ہیں:

''اللہ کی قسم یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میرے اور ایک یہودی کے درمیان زمین کے معاملے میں جھگڑا ہوگیا اور میں اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہا کہ کیا تیرے پاس کوئی گواہی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے یہودی سے کہا: «احلف!» تو قسم اُٹھا۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! اگر وہ قسم اُٹھائے گا تو میرا مال لے جائے گا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ

www.KitaboSunnat.com

بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا...الآية﴾ (صحیح بخاری:۲۲۳۹)

ایسی قسم کو یمین الغموس (ڈبو دینے والی/جھوٹی قسم) کہتے ہیں، کیونکہ یہ قسم اپنے اُٹھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے اور اس کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔

③ **المُسبِل** (ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا)

④ **المُنفِق سلعتَه بالحلف الكاذب** (جھوٹی قسمیں کھا کر سامان بیچنے والا)

⑤ **المَنَّان** (احسان جتلانے والا)

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثلاثة لا يكلِّمهم الله ولا ينظر إليهم يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم» قلت: يارسول الله ﷺ! من هم؟ خابوا وخسروا. قال: وأعاده رسول الله ﷺ ثلاث مرات، قال: «المسبل والمنفق سلعته بالحلف الكاذب والمنان» (صحیح مسلم:۱۵۴)

''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن نہ تو (نرم لہجے میں) کلام کریں گے، نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھیں گے اور نہ ہی ان کو (گناہوں) سے پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایسے بدبخت اور خسارہ اُٹھانے والے کون ہیں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات کو تین بار دہرایا۔ پھر فرمایا: اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، جھوٹی قسم اُٹھا کر سامان بیچنے والا اور احسان جتلانے والا۔''

❁ المُسبل: کپڑا لٹکانے والے سے مراد ایسا شخص ہے جو اپنے اِزار بند یا کپڑے کو اس قدر لٹکائے کہ وہ ٹخنوں سے نیچے چلا جائے۔ اگر وہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے غرور اور تکبر کی وجہ سے کرتا ہے تو اس پر اللہ کی رحمت سے دوری کی وعید لازم آتی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لا ينظر الله يوم القيامة إلى من جرَّ إزاره بطرًا» (صحیح بخاری:۵۳۴۲)

''جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا اِزار بند ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے، تو قیامت کے دن اللہ اس کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔''

اور جس شخص کا ازار بند یا کپڑا بلا قصد اور بغیر غرور و تکبر کے ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

www.KitaboSunnat.com
مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

«أسفل من الكعبين من الإزار في النار» (صحیح بخاری:۵۳۴۱)
''جو کپڑا بھی ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ جہنم میں جائے گا۔''

ان دونوں روایات میں تطبیق وموافقت کی جو صورت نکلتی ہے، وہ یہ ہے کہ اگر قصداً اور غرور وتکبر کی وجہ سے ہو تو نظر رحمت سے نہ دیکھنے والی وعید اس کے لئے ہے اور اگر بلا قصد اور غرور وتکبر سے ہٹ کر ہو تو بعد والی وعید اس کے لیے ہے۔

☜ البتہ عورتوں کے لئے بالاجماع یہی مشروع ہے کہ وہ پردے کی غرض سے اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکائیں۔ جیسا کہ حضرت اُمّ سلمہؓ نے جب اس کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی ممانعت کو سنا تو کہنے لگیں: فكيف تصنع النساء بذيوليهن؟ عورتیں اپنی اوڑھنیوں کے ساتھ کیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک بالشت کپڑا لٹکا لیں۔ اُم سلمہؓ فرمانے لگیں کہ اگر پھر بھی عورتوں کے قدم نظر آتے ہوں تو؟ فرمایا: «فيرخينه ذراعا لا يزدن عليه» ایک ہاتھ لمبا کپڑا لٹکا لیں، لیکن اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔ (سنن نسائی:۵۲۴۱، سنن ترمذی:۱۶۵۳)

❁ **جھوٹی قسم اُٹھا کر اپنا سامان بیچنا:** اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کو حقیر جانتے ہوئے جھوٹی قسمیں اُٹھا کر اپنا سامان لوگوں کو بیچتا ہے اور اللہ کے نام کی قسمیں اٹھا کر اللہ کی عظمت کا انکار کرنے کی جرات کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں:

''بازار میں ایک شخص نے سامانِ تجارت رکھا اور اللہ کی قسم اُٹھائی اور کہنے لگا کہ جو سامان میرے پاس ہے، ایسا کسی کے پاس نہیں، تاکہ وہ کسی مسلمان آدمی کو پھنسا سکے، تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ...الآية﴾ (صحیح بخاری:۱۹۴۶)

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«ثلاثة لايكلمهم الله ولا ينظر إليهم يوم القيامة ولايزكيهم ولهم عذاب أليم...... ثم قال ورجل بايع رجلا بسلعته بعد العصر ، فحلف بالله لأخذها بكذاوكذا ، فصدقه فأخذهاوهو على غير ذلك» (صحیح بخاری:۲۴۷۶، صحیح مسلم:۱۵۷)

''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن کلام نہیں کرے گا، نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا......فرمایا: ان میں سے ایک وہ ہے جو عصر کے بعد تجارت کرتا ہے اور اللہ کی قسمیں اُٹھاتا ہے تاکہ خریدار کسی بھی طریقے سے اس سے سامان خرید لے۔ خریدار اس کی باتوں کو سچ مان کر اس سے سامان خرید لیتا ہے حالانکہ وہ (بیچنے

والا اپنی قسم میں) جھوٹا ہے۔''

عصر کے بعد کے وقت کو خصوصی طور پر اس لئے بیان کیا گیا ہے، کیونکہ یہ بڑا اہم اور شرف والا وقت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں، دن اور رات کی ڈیوٹیوں پر مامور ہونے والے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے وغیرہ۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس وقت لڑائی کرنا اور قسمیں اُٹھانا عرب تجار کی عادت بن چکی تھی۔

❁ **منّان**: اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی کو کچھ دینے کے بعد احسان جتلاتا ہے۔امام قرطبیؒ نے احسان جتلانے کی تعریف یوں کی ہے:

ذكر النعمة على معنى التعديد لها والتقريع بها، مثل أن يقول: قد أحسنت إليك (تفسیر قرطبی:۳/۳۰۸)

''کسی کو جتلانے اور دھمکانے کے لیے اس پر کیے ہوئے احسان کا تذکرہ کرنا۔مثلاً یہ کہنا کہ میں نے (تیرے ساتھ فلاں نیکی کی ہے) تجھ پر فلاں احسان کیا ہے،وغیرہ۔''

بعض لوگوں نے 'احسان' کی تعریف یوں بھی کی ہے:

التحدث بما أعطٰى حتى يبلغ ذلك المُعطٰى فيؤذيه

''کسی کو دی گئی چیز کا تذکرہ اسطرح کرنا کہ اس کو جب یہ بات پہنچے تو اس کیلئے تکلیف دہ ہو۔''

احسان جتلانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے جیسا کہ حضرت ابی امامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا يدخل الجنة عاق ولا منان ولا مكذب بالقدر» (مسند طیالسی:۱۲۱۴)

''اللہ تعالیٰ ان بندوں کو جنت میں داخل نہیں کریں گے: ① والدین کا نافرمان ② احسان جتلانے والا اور ③ تقدیر کا انکار کرنے والا۔''

احسان جتلانا ایک بُری صفت ہے اور بندے میں اس صفت کے پیدا ہونے کی غالب وجہ بخل، تکبر، خوش فہمی اور اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے احسانات کو بھول جانا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو واضح فرما دیا ہے کہ ریا کاری کی طرح احسان جتلانا اور تکلیف پہنچانا بھی صدقے کو باطل کر دیتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ...﴾ (البقرہ:۲۶۴)

”اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر ضائع نہ کرو۔“

⑥ من منع ابن السبيل فضل الماء (مسافر کو زائد پانی کے استعمال سے روکنا)

⑦ من بايع إماما لأجل الدنيا (دُنیوی مقاصد کی خاطر امام کی بیعت کرنا)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم: رجل على فضل ماء بالفلاة يمنعه من ابن السبيل، ورجل بايع رجلا بسلعته بعد العصر فحلف له بالله لأخذها بكذا وكذا، فصدقه وهو على غير ذلك، ورجل بايع إماما لا يبايعه إلا للدنيا، فإن أعطاه منها وفىٰ، وإن لم يعطه منها لم يف» (صحیح مسلم:۱۵۷)

”تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن نہ (نرم لہجے میں) کلام کریں گے، نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھیں گے اور نہ ہی ان کو (گناہوں) سے پاک کریں گے: ① وہ آدمی جو زمین پر کھڑے زائد پانی کو مسافر سے روک لے۔ ② وہ آدمی جو عصر کے بعد فروخت کرتا ہے اور اس پر اللہ کی قسم اُٹھاتا ہے کہ اس نے خود اتنی قیمت میں خریدا ہے، چنانچہ خریدار اس کو سچا مان کر سودا خرید لیتا ہے، حالانکہ وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ ③ اور وہ آدمی جو دنیوی مقاصد کے لئے امام کی بیعت کرتا ہے۔ جو اس کا طمع ہوتا ہے، اگر وہ اسے مل جاتا ہے تو وہ وفاداری کرتا ہے اور اگر نہ ملے تو غداری کرتا ہے (یعنی بیعت توڑ دیتا ہے)۔“

❁ **مسافر کو صحرا میں زائد پانی سے روکنا:** ایسا کرنے والا شخص ظالم ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا ہے۔ وہ ایسا سنگدل ہے جس میں رحم نام کی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کو اس کے عمل کے مطابق ہی بدلہ دیں گے اور اس سے اپنا فضل ورحمت روک لیں گے جس کا وہ روزِ محشر سب سے زیادہ محتاج ہوگا۔

❁ **دنیوی مقاصد کی خاطر امام کی بیعت کرنا:** اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص بیعت کرنے کے بعد اپنی وفاداری کو حکمران کی طرف سے ملنے والے اِنعام واکرام کے ساتھ معلق کر دیتا ہے اور بیعت کے اصل مقصد کو چھوڑ دیتا ہے۔ حالانکہ بیعت کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ امام کی بات کو سنا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے، اس کے ساتھ خیر خواہی کا رویہ اختیار کیا جائے، اُمورِ سلطنت میں اس کی مدد کی جائے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام

دیا جائے۔جبکہ وہ مفاد پرستی پر مبنی بیعت کے ذریعے حکمران اور اُمت ِمسلمہ سے خیانت کا مرتکب ہوتا ہے جس وجہ سے اس کے لیے خسارہ ہی خسارہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اس گناہ کو معاف نہ کیا تو وہ مذکورہ وعید کا شکار ہو جائے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان جو بھی کام سرانجام دیتا ہے، اس میں اللہ کی رضا ہی اس کے پیش نظر ہونی چاہیے۔اگر اس میں دنیوی مقاصد کا حصول مقصود بن جائے تو وہ کام بھی ناقابل قبول اور انسان اللہ کے ہاں مجرم بن جاتا ہے۔

⑧ الشيخ الزاني (بوڑھا زانی)

⑨ الملك الكذاب (جھوٹا بادشاہ)

⑩ العائل المتكبر (غریب متکبر)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا يزكيهم ولا ينظر إليهم ولهم عذاب أليم: شيخ زان وملك كذاب وعائل مُتكَبِّر» (صحیح مسلم:١٥٦)

''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن کلام نہیں کریں گے، نہ ہی ان کو پاک کریں اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: ① بوڑھا زانی، ② جھوٹا بادشاہ، اور ③ غریب متکبر۔''

ان لوگوں کے ساتھ اس وعید کو خاص کرنے کی وجہ قاضی عیاضؒ یوں بیان فرماتے ہیں:

''اس وعید کو ان کے ساتھ اس لیے خاص کیا گیا ہے، کیونکہ ان لوگوں نے اس گناہ کا ارتکاب کیا ہے جس کے ارتکاب کی کوئی معقول وجہ بھی نہیں اور اس گناہ کے ارتکاب کی ان کو حاجت بھی نہیں تھی۔جب بغیر ضرورت اور مجبوری کے اس گناہ کو اختیار کیا گیا تو اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ ان کے نزدیک اللہ کے حکم کی کوئی اہمیت نہیں اور یہ بلاوجہ گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔''

⑪ خرید وفروخت میں کثرت سے قسمیں اُٹھانا

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثلاثة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة:أشيمط زان وعائل مستكبر ورجل جعل الله بضاعة لا يشتري إلا بيمينه ولا يبيع إلا بيمينه»

''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن کلام نہیں کرے گا، نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: ① بوڑھا زانی، ② غریب متکبر، اور ③ وہ شخص جو جب بھی خرید وفروخت کرتا ہے تو ساتھ قسم اُٹھاتا ہے۔'' (معجم الکبیر از طبرانی: ۵۷/۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أربعة يبغضهم الله تعالىٰ: البياع الحلاف والفقير المختال والشيخ الزاني والإمام الجائر» (سنن النسائی: ۲۵۲۹)

''چار شخص ایسے ہیں کہ قیامت والے دن جن سے اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے: ① بہت زیادہ قسمیں اُٹھا کر تجارت کرنے والا ② غریب متکبر ③ بوڑھا زانی اور ④ ظالم حکمران۔''

اس چیز میں کوئی شک نہیں کہ چھوٹے یا بڑے معاملے میں مناسب اور غیر مناسب موقعہ پر کثرت سے قسمیں اُٹھانا انسان کو اللہ کے عظیم نام کی حقارت کا عادی بنا دیتا ہے اور جس چیز پر قسم اُٹھائی ہے اس کی حرمت کو پامال کرنے پر جرات مند بنا دیتا ہے۔ جبکہ اسلاف کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنی اولاد کو کثرت سے قسمیں اُٹھانے سے منع کیا کرتے تھے۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں:

''ہمارے اسلاف قسموں اور معاہدوں پر ہمیں مارا کرتے تھے۔''

اور کثرت سے قسمیں اُٹھانے والے بندے کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی مذمت بیان فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ﴾ (القلم: ۱۰)

''اور تو اس شخص کا بھی کہا نہ ماننا جو کثرت سے قسمیں اُٹھانے والا ہے۔''

⑫ العاق لوالديه (والدین کا نافرمان)

⑬ المرأة المترجلة المتشبهة بالرجال (مردوں سے مشابہت کرنے والی عورت)

⑭ الديوث (بے غیرت)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثلاثة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة: العاقُّ لوالديه والمرأة المترجلة [المتشبهة بالرجال] والديوث وثلاثة لا يدخلون الجنة: العاق لوالديه والمدمن الخمر والمنان بما أعطى» (سنن النسائی: ۲۵۱۵، مسند احمد: ۱۳۴/۲)

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کی طرف نہیں دیکھیں گے: ① والدین کا نافرمان، ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت، اور دیوث (بے غیرت انسان)

مزید فرمایا کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے: ① والدین کا نافرمان، ② ہمیشہ شراب پینے والا، اور ③ احسان جتلانے والا۔''

❁ **والدین کا نافرمان:** اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کو بڑی عظمت سے نوازا ہے، ان کے حقوق کو اپنے حقوق کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ان کے کفر کے باوجود ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے۔ بہت ساری احادیث میں ان کے حقوق کو بڑی تاکید سے بیان کیا گیا ہے اور ان کی نافرمانی کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أكبر الكبائر: الإشراك بالله وقتل النفس وعقوق الوالدين وشهادة الزور» (صحیح بخاری:۶۳۶۳)

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا سب سے بڑے گناہ ہیں۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

«رضا الرب في رضا الوالدين وسخطه في سخطهما» (جامع ترمذی:۲۱۱۸ صحیح)

''اللہ تعالیٰ کی رضا والدین کی رضا مندی میں ہے اور ان کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ بھی ناراض ہوجاتے ہیں۔''

❁ **مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت:** اس سے مراد ایسی عورت ہے جو لباس، طور واطوار، معمولات اور آواز میں جان بوجھ کر مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے۔ ایسی عورتوں کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ کا واضح فرمان موجود ہے:

«لعن رسول الله المُتَشَبِّهين من الرجال بالنساء والمُتَشَبِّهات من النساء بالرجال» (صحیح بخاری:۵۴۳۵)

''رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔''

اسی طرح صحیح بخاری میں ایک اور روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی ہے:

«لعن رسول الله المُخنثين من الرجال والمُترَجِّلات من النساء»

''رسول ﷺ نے (عورتوں کی مشابہت اختیار کرکے) عورت بننے والے مردوں پر اور (مردوں کی مشابہت اختیار کرکے) مرد بننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' (صحیح بخاری:۵۴۳۶)

اس چیز میں کوئی شک نہیں کہ کوئی عورت مرد بننے کی کوشش کرے یا مردوں کی مشابہت اختیار کرے تو وہ اصل میں فطرتِ الٰہیہ کو توڑنا چاہتی ہے اور اللہ نے اس کے لیے جو مقدر کردیا، وہ گویا اس پر اعتراض کرتی ہے۔ اپنے دین کی مخالفت کرتی ہے اور معاشرتی معاملات میں خلل ڈالتی ہے، اختلاط کا سبب بنتی ہے اور جرائم پھیلاتی ہے۔

❁ **دیوث (بے غیرت)**: اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اہل وعیال میں بے حیائی کو برداشت کرے اور عزت کے معاملے میں اس کو کوئی غیرت نہ آتی ہو۔ ایسا شخص اخلاقیات سے عاری، ناقص العقل اور بے دین ہے۔ اور وہ اس چیز پر رضامند ہو چکا ہے کہ اس کو خنزیر سے مشابہت دے دی جائے کہ جس کو اپنی عزت کی کوئی پرواہ نہیں۔ ایسے بندے کی گواہی ناقابل قبول ہے اور وہ تعزیر کا مستحق ہے تاکہ سزا کے ساتھ اس شخص کو اس قبیح فعل سے روکا جاسکے۔

لوگوں کو اپنے اہل وعیال کو ایسی چیزوں سے بچانا چاہیے جو بے حیائی اور بے غیرتی کا سبب بنتی ہیں تاکہ وہ مذکورہ وعیدوں سے محفوظ رہ سکیں۔ جیسا کہ کافر ممالک کی طرف سفر کرنا اور وہاں جا کر رہنا، ڈش اور کیبل کے ذریعے دکھائے جانے والے وہ مناظر جو غلط جذبات کو اُبھارتے اور نفسانی خواہشات کو برانگیختہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثلاثة لا يدخلون الجنة وثلاثة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة: فأما الثلاثة الذين لا يدخلون الجنة: فالعاق لوالديه والديوث والمرأة المترجلة من النساء تشبه بالرجال وأما الثلاثة الذين لا ينظر الله إليهم: فالعاق لوالديه والمدمن الخمر والمنان بما أعطى (معجم کبیر از طبرانی:۵/۴۹۴ 'صحیح')

قالوا يارسول الله ﷺ! أما مدمن الخمر فقد عرفناه فما الديوث؟ قال: الذي لا يبالي من دخل على أهله . قيل فما الرجلة من النساء؟ قال التي تشبه بالرجال» (شعب الایمان:۱۰۸۰۱)

''تین آدمی جنت میں کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے اور تین آدمیوں کی طرف اللہ نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ جو تین لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، وہ یہ ہیں: ① والدین کا

نافرمان، ② دیوث، ③ مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں۔ اور جن تین لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ دیکھیں گے نہیں، وہ یہ ہیں: ① والدین کا نافرمان، ② ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا، اور ③ کچھ دے کر احسان جتلانے والا۔

صحابہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! شرابی کو تو ہم جانتے ہیں، لیکن دیوث کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: وہ شخص جس کو یہ پرواہ ہی نہ ہو کہ اس کے گھر میں کون داخل ہوتا ہے۔ کہا گیا اور یہ عورت میں مرد بننے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں۔''

⑮ الذي يأتي امراته في دُبُرها (ہم بستری میں بیوی کی دبر استعمال کرنا)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا ينظر الله إلى رجل أتى رجلا أو امرأة في الدُّبر» (جامع ترمذی:۱۰۸۶)

''قیامت کے دن اللہ اس بندے کی طرف نہیں دیکھیں گے جو کسی مرد یا عورت کے ساتھ بدفعلی کرے۔''

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ملعون من أتى امرأته في دُبرها» (مسند احمد:۲/۴۴۴، سنن ابوداؤد:۲۱۶۲ 'صحیح')

''جو شخص اپنی بیوی کی دبر سے آتا ہے، وہ ملعون ہے۔''

علامہ ابن قیمؒ الجوزیہ فرماتے ہیں:

''بیوی کی دبر کے استعمال کو کسی نبیؑ نے بھی مباح قرار نہیں دیا اور جو بعض لوگوں سے بیوی کی دبر میں وطی کا جواز کا تذکرہ ملتا ہے تو یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے عارضی نجاست (حیض ونفاس) کی صورت میں شرم گاہ میں جماع سے منع فرمایا ہے تو دائمی نجاست کی جگہ میں یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ اس سے انقطاعِ نسل جیسی بڑی بڑی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور انسان عورتوں کی دبر سے بچوں کے ساتھ بدفعلی کا عادی ہوجاتا ہے۔''

☜ مذکورہ بالا سطور میں ہم نے ان آیات واحادیث کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے جس میں اللہ کی رحمت سے دوری، ان سے کلام نہ کرنے کی وعیدیں بیان ہوئی ہیں۔ البتہ بعض احادیث میں جو «ثلاثة لا يكلمهم الله» کے حوالے سے مختلف قسم کے الفاظ آئے ہیں تو ان احادیث میں اصلاً کوئی تعارض نہیں کیونکہ ان میں ثلاثة (تین) کا کلمہ بطورِ تعداد ہے، بطورِ حصر (التزام) نہیں۔ واللہ اعلم!

تاریخ قرآن
آخری قسط

شیخ عبدالفتاح عبدالغنی القاضی
ترجمہ: محمد اسلم صدیق

المُصحف الشریف؛ ایک تاریخی جائزہ

زیر نظر مضمون کے مرتب علومِ قرآن کے حوالے سے عالم عرب کی ایک معتبر شخصیت ہیں جن کی اس موضوع پر متعدد کتب ومقالات کے علاوہ، شاگردوں کی بڑی تعداد دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ سعودی حکومت کے کنگ فہد قرآن کمپلیکس میں قرآنِ کریم کی عالمی پیمانے پر نشر واشاعت اور اصلاح کے لئے قائم کردہ کمیٹی نے ان کی کتب سے بھرپور استفادہ کیا ہے جو آپ علمیت کا مدینہ نبویہ میں حکومتی سطح پر ایک اعتراف ہے۔ فن قراءت کی مشہور کتاب الشاطبیۃ کی 'الوافی' کے نام سے اور الدُّرّۃ کی شرح 'ایضاح' کے نام سے آپ نے تفصیلی شروح تحریر فرمائی ہیں۔ زیر نظر مضمون کو اُردو میں ترجمہ کرنے کی نشاندہی پاکستان میں فن تجوید وقراءت کی نامور شخصیت قاری محمد ابراہیم میرمحمدی حفظہ اللہ نے ادارۂ محدث کو فرمائی جس کا باعث اس مضمون میں موجود ایسی معلومات ہیں، جو اس سے قبل اُردو زبان میں موجود نہیں ہیں۔ جزاهم الله خير الجزاء ح م

مصحف کے کاتب اور ناشر کے لئے شرائط

کیا مصحفِ شریف میں رسم عثمانی کی پابندی ضروری ہے یا مصحف کو اِملا کے عام قواعد کے مطابق بھی تحریر کیا جاسکتا ہے؟ یہ وہ سوال ہے جس کے بارے میں علما کے تین موقف ہیں:

پہلا موقف اور اس کے دلائل

رسمِ عثمانی کا التزام ضروری نہیں ہے بلکہ اِملا کے عام قواعد کے مطابق بھی مصحف کو لکھا جاسکتا ہے۔ یہ موقف امام ابن خلدونؒ اور امام ابوبکر باقلانیؒ نے اختیار کیا ہے اور اس کی تائید میں حسبِ ذیل دلائل پیش کئے ہیں:

① یہ رسم الخط محض علامات اور نشان ہیں۔ چنانچہ ہر وہ رسم جو ایک کلمہ اور اس کی قراءت کی واضح تصویر پیش کردے، وہ رسم بالکل درست ہے اور اس کے کاتب کو غلط قرار نہیں دیا جاسکتا۔

② رسمِ عثمانی کے مطابق مصحف کی کتابت لوگوں کے لئے مشقت اور التباس کا باعث بنتی ہے

چنانچہ ان کے لئے غلطیوں سے مبرا بالکل صحیح تلاوت کرنا ممکن نہیں رہتا، لہٰذا وہ تلاوتِ قرآن کے اس اجروثواب سے محروم رہ جاتے ہیں جس کا اللہ کی طرف سے وعدہ کیا گیا ہے۔نیز صحیح قراءت نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں واقع ہونے کا بھی خطرہ ہے۔لہٰذا لوگوں کی آسانی، اُنہیں مشقت و التباس سے بچانے اور صحیح قراءت کی سہولت فراہم کرنے کے لئے مصحف کو اِملا کے عام قواعد کے مطابق تحریر کرنا جائز ہے۔

③ نیز کتاب اللہ، سنتِ مطہرہ، اجماعِ اُمت اور قیاسِ شرعی کی کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ مصحف کو کسی معین رسم اور مخصوص طریقہ پر لکھنا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث میں یہ بیان نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے کاتبینِ وحی میں سے کسی کو کتابتِ وحی کے وقت کسی مخصوص رسم الخط کے مطابق لکھنے کا حکم دیا ہو یا کسی مخصوص شکل میں کتابتِ وحی سے منع کیا ہو۔

دوسرا موقف اور اس کے دلائل

عوام الناس کے لئے مصحف کو اِملا کے عام قواعد کے مطابق تحریر کرنا ہی ضروری ہے، ان کے لئے رسم عثمانی کے مطابق کتابت جائز نہیں ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ رسمِ عثمانی کے مطابق مصحف کی کتابت عوام الناس کے لئے مشقت اور التباس کا باعث ہے اور یہ چیز کسی لفظ کی کمی بیشی کی وجہ سے کتاب اللہ میں تحریف کا سبب بھی بن سکتی ہے، لہٰذا عوام الناس کے لئے مصحف کی کتابت رسم عثمانی کے مطابق نہیں ہونی چاہیے۔البتہ سلف صالحین کی یادگار ہونے کے ناطے رسم عثمانی کی حفاظت بہرحال ضروری ہے۔جاہلوں کی جہالت کی خاطر ہم اس سے ہرگز چشم پوشی نہیں کرسکتے اور ہر دور میں علماے فن رسم عثمانی کی حفاظت کرتے آرہے ہیں۔چنانچہ التِّبیان کے مصنف لکھتے ہیں:

”جہاں تک جدید عربی اِملا میں مصحف کو لکھنے کا تعلق ہے تو چونکہ اس میں التباس کا خدشہ نہیں ہے، لہٰذا اہل مشرق (ایشیائی ممالک) میں رسم عثمانی سے عملاً خلاف ورزی کا رواج ہوگیا ہے۔ اور اہل مغرب میں رسم عثمانی کا التزام اس وجہ سے پایا جاتا ہے کہ اس کے بارے میں امام مالکؒ کا یہ واضح قول ثابت ہے۔ان سے کسی نے پوچھا: لوگوں نے جو نیا طریقۂ اِملا ایجاد

کیا ہے، کیا اس کے مطابق مصحف کو لکھا جاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، پہلے رسم کے مطابق لکھنا ہی ضروری ہے۔''

البُرھان کے مصنف امام زرکشیؒ لکھتے ہیں:

''قرنِ اوّل میں علم تروتازہ اور زندہ تھا، لیکن اب التباس کا خطرہ بہت بڑھ گیا ہے، لہٰذا شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے فرمایا ہے کہ ائمہ کی اصطلاح میں رسم اوّل کے مطابق مصحف کو لکھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اَن پڑھ لوگوں کی طرف سے قرآن مجید میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوجائے۔'' ــــ مزید لکھتے ہیں:

''رسم اوّل کے مطابق مصحف کی کتابت کو مطلقاً ناجائز قرار دینا بھی درست نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس سے سابقہ علمی میراث کہیں مٹ نہ جائے اور جاہلوں کی جہالت کی خاطر متقدمین کی محکم علمی روایت کہیں متروک نہ ہوجائے۔ اور زمین اللہ کے لئے حجت قائم کرنے والے سے خالی نہیں ہوسکتی۔''

تیسرا موقف اوراس کے دلائل

کتابتِ مصحف میں رسم عثمانی کا التزام بہرحال ضروری ہے۔ سلف اور خلف میں سے جمہور علما نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ کے پاس کتاب تھی جس میں آپؐ وحی لکھتے تھے اور اس میں قرآنِ مجید کو اسی خاص رسم کے مطابق لکھا گیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنے رفیقِ اعلیٰ کے پاس چلے گئے تو اس وقت قرآنِ کریم اسی رسم کے مطابق لکھا ہوا تھا اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ مسندِ خلافت پر فائز ہوئے تو اُنہوں نے بھی پورے قرآنِ مجید کو اسی خاص رسم کے مطابق لکھا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو بھی تمام نئے مصاحف ابوبکرؓ کے صحیفوں کو سامنے رکھ کر نقل کئے گئے اور اُنہوں نے تمام مصاحف اس رسم کے مطابق تحریر کئے۔ پھر اُنہوں نے ان مصاحف کو تمام بلادِ اسلامیہ میں پھیلا دیا تاکہ وہ اُمتِ مسلمہ کے لئے امام اور مرجع کی حیثیت اختیار کرسکیں۔ اور پھر کسی صحابی نے حضرت ابوبکرؓ وعثمانؓ پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ تمام صحابہ کرامؓ نے ان کے اس کارنامہ کی تائید کی۔

اس کے بعد تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کا دور آتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ثابت نہیں ہے کہ اس کے دل میں رسم مصحف کو بدلنے اور اسے کسی دوسرے رسم پر لکھنے کا خیال بھی پیدا ہوا ہو، جو اس دور کے جدید رسم کے ساتھ ہم آہنگ ہو، بلکہ مختلف ادوار میں اسی رسم عثمانی کو ہی سب کے ہاں مقدس اور برتر حیثیت حاصل رہی۔ ان مختلف اَدوار میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود رہے جو قرآنِ کریم پڑھتے تھے، لیکن اسے حفظ نہیں کرتے تھے۔ ان لوگوں کا وجود بھی ائمہ کرام کو قواعد کے تقاضوں کے مطابق رسم عثمانی کو بدلنے پر آمادہ نہ کرسکا۔ جب اس رسم کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے شرفِ باریابی حاصل ہو چکا، صحابہ کرامؓ کا اس پر اجماع ہو چکا، تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین اس پر متفق ہیں تو ایسی صورتِ حال میں اس سے انحراف اختیار کرنا قطعاً جائز نہیں ہے اور پھر اسے یہ حیثیت بھی حاصل ہے کہ یہ رسم ان بنیادی ارکان میں سے ہے جن پر قراءاتِ سبعہ کی صحت کا دارومدار ہے۔

ائمہ دین اور کبار علماے اسلام کی آرا

◉ امام سخاویؒ نے بیان کیا ہے کہ امامِ دارِہجرت مالک بن انس سے کسی نے یہ سوال کیا:

”أرأیت من استکتب مصحفًا، أتریٰ أن یکتب علی ما استحدثه الناس من الهجاء الیوم؟ فقال: لا أریٰ ذلك ولکن یکتب علی الکتبة الأولیٰ“

”اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو مصحف کی کتابت کرتا ہے اور اسے آج کے جدید رسم الخط کے مطابق کتابت کرتا ہے؟ تو اُنہوں نے فرمایا: میں اسے درست نہیں سمجھتا، اسے پہلے رسم کے مطابق ہی مصحف کی کتابت کرنا چاہیے۔“

◉ امام سخاویؒ فرماتے ہیں:

”اس سلسلہ میں امام مالکؒ کا مذہب برحق ہے، کیونکہ وہ پہلی حالت پر برقرار ہے جس کو ایک کے بعد دوسرے طبقہ نے سیکھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی موقف زیادہ قرین قیاس ہے۔“

◉ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں:

”علماے اُمت میں سے اس سلسلہ میں کوئی بھی امام مالک کا مخالف نہیں ہے۔ امام مالکؒ سے کسی نے قرآنی حروف: واؤ، یاء اور الف کے متعلق سوال کیا کہ کیا مصحف کے اندر اِن حروف

میں کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے؟ آپؒ نے فرمایا: نہیں۔''

آگے فرماتے ہیں:

''اس سے امام مالک کی مراد وہ واؤ، یاء اور الف ہے جو رسم میں لکھے جاتے ہیں، لیکن تلفظ میں نہیں آتے جیسے ﴿لَاۡاَذۡبَحَنَّهٗ﴾ اور ﴿بِاَيۡيِّ﴾ اور ﴿اُولُو﴾ وغیرہ۔''

◉ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

''واؤ، الف، یا اور دیگر الفاظ میں مصحفِ عثمانی کے رسم الخط کی مخالفت حرام ہے۔''

◉ امام نیسابوریؒ فرماتے ہیں:

''ائمہ کرام کے نزدیک قرا، علما اور خطاطوں پر واجب ہے کہ وہ مصحف کو لکھتے ہوئے رسم عثمانی کی اتباع کریں۔ یہ زید بن ثابتؓ کا رسم ہے جو بلا شبہ رسول اللہ ﷺ کے امین اور آپؐ کے کاتبِ وحی تھے۔''

◉ امام بیہقیؒ شعب الایمان میں لکھتے ہیں:

''جو شخص بھی مصحف لکھے، اسے چاہئے کہ اس رسم الخط کا التزام کرے جس کے مطابق صحابہؓ نے یہ مصاحفِ (عثمانی) لکھے تھے اور اس بارے میں ان کی مخالفت نہ کرے۔ اور جو کچھ اُنہوں نے لکھا ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کرے، کیونکہ وہ لوگ ہمارے سے علم میں برتر، زبان کے سچے، دل کے نہایت کھرے اور امانت و دیانت میں اتنے عظیم تھے کہ ہم اپنے تئیں ان پر رشک کا سوچ بھی نہیں سکتے۔''

◉ امام جعبریؒ اور دیگر علما نے اس بات پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے کہ رسم مصحف کی اتباع واجب ہے۔

دلائل کی روشنی میں جس موقف پر دل سب سے زیادہ مطمئن ہوتا ہے، وہ یہی تیسرا قول ہے اور اس کی ترجیح کی متعدد وجوہات ہیں:

① اس قول کے حاملین نے اپنے موقف کی تائید میں جو دلائل پیش کئے ہیں، وہ مصاحف کی کتابت میں رسم عثمانی کے التزام کی فرضیت پر صریح اور واضح ہیں۔

② جدید قواعدِ املا ہر دور اور ہر قوم میں تنقیح اور تغیر و تبدل سے دوچار رہے ہیں۔ قرآنِ مجید کا تقدس اور اس کی حفاظت کی ہماری ذمہ داری ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اس کے رسم اور

کتابت کو اس قسم کی تبدیلیوں کی آزمائش سے دوچار نہ کریں۔

③ رسم عثمانی میں تبدیلی، قرآنِ کریم کے اصل الفاظ وکلمات میں تبدیلی کا باعث بن سکتی ہے، جو انتہائی خطرناک معاملہ ہے۔ نیز سدِ ذریعہ شریعتِ اسلامیہ کا ایک اُصول اور ماخذ ہے جسے استنباطِ احکام میں پیش نظر رکھا جاتا ہے اور رسم عثمانی کے بارے میں ائمہ کرام کا یہ موقف اس عظیم اُصول سے ہم آہنگ بھی ہے اور اس میں قرآنِ کریم کی حد درجہ حفاظت اور اسے ضائع ہونے سے بچانے کا بے پناہ سامان بھی موجود ہے۔

④ اس رسم کی بے شمار خصوصیات اور امتیازات ہیں جنہیں علما نے نہایت وضاحت اور تفصیل سے بیان کردیا ہے۔ اُن کی طرف رجوع مفید ہوگا۔

جہاں تک اوّل الذکر دونوں موقفوں کی اس دلیل کا تعلق ہے کہ مصاحف کی رسم عثمانی کے مطابق کتابت شکوک وشبہات کا باعث بنے گی، وغیرہ تو یہ دلیل اس لئے ناقابل اعتبار ہے کہ اس دور میں جو مصاحف خصوصاً ایسے مصاحف جو حکومتی سرپرستی میں تیار ہوتے ہیں، وہ مکمل اعراب سے مزین ہوتے ہیں اور لوگوں نے اسے ایسے انداز پر شائع کیا ہے کہ اس کی قراءت میں ادنیٰ سی مشقت بھی اُٹھانا نہیں پڑتی۔

ان تمام دلائل کی بنیاد پر قرآنِ کریم کے کاتب اور ناشر کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کی کتابت میں رسم عثمانی کے قواعد کی پابندی اور جستجو کرے۔ اور قرآن کی حفاظت اور اسے بازیچۂ اطفال بننے سے بچانے کے لئے اس کے رسم میں سے کسی قسم کی کمی بیشی یا حذف واضافہ نہ کیا جائے۔ اسی میں ہی صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، ائمہ اور کبار علما کی اتباع اور اقتدا ہے۔ اور یہ پابندی مکمل مصاحف اور مصحف کے الگ الگ اجزا جو چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لئے تیار کئے جاتے ہیں، دونوں میں ضروری ہے۔

معلّمینِ قرآن کا فرض ہے کہ وہ بچوں کو بچپن ہی میں پوری کوشش سے ان قواعد کی تعلیم دیں اور اس سلسلہ میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں، حتیٰ کہ جب وہ جوان ہوں تو ان قواعد سے مکمل طور پر آگاہ ہوچکے ہوں۔ قرآنِ کریم کی قراءت ان کے لئے انتہائی آسان اور ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہو۔

www.KitaboSunnat.com

مصحف لکھنے والے کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ کلماتِ قرآن کو اسی رسم پر لکھے جو اس روایت (قراءت) کے مطابق ہو جس پر مصحف لکھا گیا تھا، خواہ یہ موافقت احتمالاً ہی کیوں نہ ہو، مثلاً روایتِ حفص کے مطابق مصحف کو لکھتے وقت ﴿وَسَارِعُوا﴾ یعنی واؤ کے ساتھ لکھا جائے گا۔ اسی طرح روایتِ حفص کے مطابق ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ یعنی مٰلِكِ کو بغیر الف کے لکھا جائے گا۔ یہاں اس رسم کی موافقت روایتِ حفص کے ساتھ حقیقی تو نہیں البتہ احتمالاً موجود ہے۔ لیکن کلماتِ قرآن کے لئے ایسا رسم اختیار کرنا ممنوع ہے جس میں کسی روایت کے ساتھ نہ حقیقی موافقت موجود ہو اور نہ ہی احتمالی موافقت۔

نیز مصحف کے کاتب اور ناشر کو چاہئے کہ وہ اس کی کتابت اور اس کے حروف کی بناوٹ کو خوبصورت بنائے، صاف صاف اور واضح لکھنے کی بھرپور کوشش کرے اور قرآنِ کریم کے احترام اور تعظیم کے پیشِ نظر اسے بڑے سائز میں لکھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ اُنہوں نے ایک شخص کے پاس ایک مصحف دیکھا جو باریک خط میں لکھا ہوا تھا، حضرت عمرؓ نے اسے ناپسند کیا اور اس آدمی کو سزا دی اور فرمایا:

عَظِّمُوْا کتاب الله "کتاب اللہ کی تعظیم کرو۔"

مصحف پر نقطوں اور حرکات کا جواز

سلف صالحین کی ایک جماعت نے اسے ناپسند کیا ہے جب کہ امام مالکؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اُنہوں نے چھوٹے اور وہ بڑے مصاحف جو چھوٹوں کے حکم میں آتے ہیں، ان پر نقطوں اور حرکات کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن اُمہات اور مکمل مصاحف پر نقطے اور حرکات لگانے کو ناپسند کیا ہے۔ امام حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ کا بیان ہے کہ مصحف پر نقطے اور حرکات لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ربیعہ بن عبدالرحمٰنؒ کا بیان ہے کہ مصحف پر نقطے اور اعراب لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نامور شافعی فقیہ اور عالم امام نوویؒ کا قول ہے:

"مصحف پر نقطے اور اعراب لگانا مستحب ہے، کیونکہ یہ قرآن میں لحن اور تحریف سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔"

امام دانیؒ اپنی کتاب النقط میں فرماتے ہیں:

"تابعین کرامؒ سے لے کر آج تک تمام بلادِ اسلامیہ کے لوگ اُمہات مصاحف اور دیگر

مصاحف پر حرکات اور نقطے لگانے کی اجازت کے قائل رہے ہیں۔ وہ کسی سورت کے آغاز کی علامت، آیات کی تعداد، پانچ آیات کے بعد 'خمس' اور دس آیات کے بعد 'عشر' کی علامت لگانے میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اوران تمام لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان علامات کے سلسلہ میں اگر کوئی غلطی ہوجائے تو اس کا اِزالہ ضروری ہے۔''

میرا ذاتی نقطہ نظر یہ ہے کہ اس دور میں قرآنِ کریم پر نقطے اور حرکات لگانا واجب ہے تاکہ تمام لوگوں کے لئے قرآنِ کریم کی تلاوت آسان ہوسکے۔ نیز اس کے ذریعہ قرآن کریم لحن اور تحریف سے بھی محفوظ ہوجائے گا۔

سورتوں کے نام لکھنے کا جواز

ہر سورت کے شروع میں سورت کا نام، اس کی آیات کی تعداد اور اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے کی وضاحت کرنا جائز ہے، لیکن اس کے ساتھ مستثنیات کا تذکرہ بھی کیا جائے گا، کیونکہ اس سلسلہ میں علما کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

اسی طرح مصحف پر جز، حزب، ربع، سجدہ اور وقف کی علامات، آیات کی نمبرنگ، سورت کے آغاز و اختتام کی علامات لگانا جائز ہے، لیکن سلف کی ایک جماعت نے ان تمام علامات کو ناپسند کیا ہے۔ ان کی دلیل عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول ہے:

جرِّدوا القرآن ولا تلحقوا به ما ليس منه (البرہان فی علوم القرآن: ۱/۴۷۹)

''قرآن کو ہر چیز سے خالی کردو اور اس میں کوئی ایسی چیز شامل نہ کرو جو اس کا حصہ نہیں ہے۔''

میری رائے یہ ہے کہ اس قسم کی تمام علامات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جمہور متقدمین ومتاخرینِ اسلاف کا رجحان بھی اسی موقف کی طرف ہے، جیسا کہ امام دانیؒ کے حوالے سے اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔

قرآنِ کریم کو سونے، چاندی سے لکھنے کا جواز

امام غزالیؒ نے سونے کے ساتھ قرآنِ کریم کی کتابت کو مستحسن قرار دیا ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابوذرؓ اور ابودرداءؓ کے بارے میں آتا ہے کہ اُنہوں نے اس کو ناپسند کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے:

إن أحسن ما زُيِّن به المصحف، تلاوته بالحق (الاتقان فی علوم القرآن ۴۳۲/۱)

''سب سے بہترین چیز جس سے مصحف کو مزین اور خوبصورت بنایا جاسکتا ہے، وہ یہ ہے کہ اس کی تلاوت کا حق ادا کیا جائے۔''

البتہ قرآن کریم کو عزت واحترام کے پیش نظر چاندی سے آراستہ کرنا جائز ہے۔ امام بیہقیؒ نے ولید بن مسلم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے امام مالکؒ سے مصاحف کو چاندی سے مزین کرنے کے متعلق سوال کیا تو اُنہوں نے ایک مصحف نکال کر مجھے دکھایا اور فرمایا: مجھے میرے باپ نے میرے دادا کے حوالہ سے بتایا کہ اُنہوں نے حضرت عثمانؓ کے دور میں قرآنِ کریم جمع کیا تھا اور مصاحف کو اس طرح چاندی سے آراستہ کیا تھا۔

جہاں تک سونے سے قرآنِ کریم کو آراستہ کرنے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ عورت کیلئے تو یہ جائز ہے، لیکن مرد کے لئے جائز نہیں ہے اور بعض نے یہ رائے پیش کی ہے کہ مصحف کو تو سونے سے مزین کیا جاسکتا ہے البتہ اس کے غلاف کو سونے سے مزین کرنا جائز نہیں ہے، لیکن بظاہر ان دونوں میں فرق کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ (الاتقان از سیوطی: ۴۳۴/۱)

مصاحف کا دورِ طباعت

پریس کی ایجاد سے قبل قرآنِ کریم کے تمام نسخے قلم سے لکھے جاتے تھے۔ جب مصر اور دیگر مشرقی ممالک میں چھاپہ خانوں کا آغاز ہوا تو اُنہوں نے قرآنِ کریم کی طباعت کا خاص اہتمام کیا۔ اس سلسلہ میں باہم مقابلہ کا رجحان پیدا ہوا اور ہر ایک قرآنِ کریم کی طباعت کو ہر لحاظ سے خوبصورت اور بہتر سے بہتر بنانے کے لئے دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔ قرآنِ کریم کے یہ نسخے مختلف شکلوں، مختلف رنگوں اور مختلف سائز میں ہوتے تھے۔

اس سب کچھ کے باوجود یہ چھاپہ خانے قرآنِ کریم کی طباعت میں اس رسم الخط کا التزام نہیں کیا کرتے تھے جس پر حضرت عثمانؓ، صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کے دور میں قرآنِ کریم لکھا جاتا رہا تھا اور ان چھاپہ خانوں میں رسم کے ان قواعد وضوابط کا لحاظ بھی نہیں کیا جاتا تھا جو سلف سے خلف تک قابلِ لحاظ سمجھے جاتے رہے تھے۔ سلف صالحینؒ تو اس رسم کی نمایاں خصوصیات اور حکمتوں سے آگاہ تھے، لیکن بعد میں مصری مطبع خانوں نے مصحف کی طباعت میں رسم عثمانی کا التزام ترک کر دیا اور جدید قواعدِ املا کا سہارا لیا، البتہ کلمات کی صرف ایک

تھوڑی سی تعداد رسمِ عثمانی کے مطابق لکھی جاتی رہی۔

ایک لمبا عرصہ مصاحف اسی طرح طبع ہوتے رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے ایک بہت بڑے عالم الاستاذ علامہ محقق شیخ رضوان بن محمد عرف المخللاتي کو یہ توفیق دی کہ اُنہوں نے دوبارہ قرآنِ کریم کی رسم عثمانی کے قواعد کے مطابق طباعت کا اہتمام کروایا۔ موصوف نے کئی نہایت مفید کتب بھی تالیف کیں۔ اُنہوں نے ایک نہایت عظیم الشان مصحف شائع کرایا جس میں قرآنی کلمات کو رسم عثمانی کے قواعد کے مطابق لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ نیز اُنہوں نے اس میں مشہور علماے ریاضیات کی آرا کے مطابق ہر سورت کے شروع میں اس کی آیات کی تعداد ذکر کی۔ پھر وقف کے مقامات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے وقف کو درج ذیل چھ اقسام میں تقسیم کیا: کافی، حسن، جائز، صالح، مفہوم، تام۔ اور پھر کافی کے لئے ك، حسن کے لئے ح، جائز کے لئے ج، صالح کے لئے ص، مفہوم کے لئے م اور تامّ کے لئے ت کے رُموز استعمال کیے۔ یہ مصحف ایک اہم علمی مقدمہ کے ساتھ شائع ہوا جس میں مصنف نے یہ وضاحت کی کہ اس مصحف کے رسم کے لئے امام دانی کی کتاب المقنع اور امام ابوداؤد کی کتاب التنزیل کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ نیز اُنہوں نے اپنے اس مقدمہ میں عہدِ نبویؐ، عہدِ ابوبکرؓ اور عہدِ عثمانؓ میں جمع قرآن کی پوری تاریخ کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے رسم اور ضبط کی مباحث کو بھی مختصر اور جامع انداز سے پیش کر دیا۔ اور پھر آیات کی تعداد وغیرہ کی تعداد کے سلسلہ میں مشہور علماے ریاضیات کی توضیحات ذکر کیں، اس کے بعد سورت اور آیت کا مفہوم واضح کیا۔ یہ ساری باتیں نہایت آسان اور شاندار اُسلوب میں پیش کی گئیں۔

یہ مصحف ۱۳۰۸ھ بمطابق ۱۸۹۰ء میں شیخ محمد ابو زید کے اہتمام سے المطبعة البهية سے شائع ہوا۔ اپنی مذکورہ بالا علمی خصوصیات کی بدولت یہ مصحف علماے عظام اور قراے کرام کے ہاں بہت متداول اور دیگر مصاحف کی نسبت زیادہ قابل اعتماد اور برتر حیثیت کا حامل رہا۔ البتہ مصحف کا ظاہری گیٹ اَپ اتنا خوبصورت اور جاذبِ نظر نہیں تھا جس کی ایک وجہ تو اس کا ردّی کاغذ تھا اور اس کے علاوہ طباعت بھی زیادہ اچھی نہیں تھی۔

اس کے بعد ملک فواد الاوّل...... اللہ تعالیٰ اُنہیں جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی حسنات

www.KitaboSunnat.com
مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

میں اضافہ اوران کے درجات بلند فرمائے ...... جنہوں نے خاص اپنے اِخراجات سے مصحف کو نہایت شان سے شائع کروانے کا اہتمام کیا۔ اُنہوں نے اس عظیم اور مشقت طلب کام کو انجام دینے کے لئے علامہ شیخ محمد علی خلف حسینی الحداد اور مصری قرا کے شیخ کی سربراہی میں کبار علما اور اُدبا کی ایک کمیٹی تشکیل دی، جنہوں نے نہایت خوش اُسلوبی اور کامیابی سے اس مہم کو انجام دیا۔ اُنہوں نے پورے قرآنِ کریم کو رسم عثمانی کے قواعد وضوابط کے مطابق تحریر کیا اور ایسے نظامِ ضبط کے مطابق اس پر حرکات اور نقطے لگائے جو محقق علما کے نزدیک ہر لحاظ سے مکمل تھا۔

اُنہوں نے ہر سورت کے شروع میں اس کی آیات کی تعداد ذکر کرتے ہوئے یہ وضاحت بھی کی کہ یہ سورۃ مکی ہے یا مدنی اور یہ کس سورت کے بعد نازل ہوئی تھی؟ اُنہوں نے ہر آیت کو ایک نمبر لگایا۔ نیز وقف، اِجزا، احزاب، ربع اور سجدوں کی علامات وضع کیں، پھر وقف کو درج ذیل پانچ اقسام میں تقسیم کیا:

① 'وقف لازم' یعنی جہاں ٹھہرنا ضروری اور مابعد کے ساتھ ملا کر پڑھنا درست نہیں ہے۔ اس کے لئے انہوں نے 'م' کی علامت وضع کی۔

② 'وقف اَولیٰ' جہاں ٹھہرنا اور ملا کر پڑھنا دونوں طرح جائز ہے، لیکن آگے ملا کر پڑھنے کی بجائے ٹھہرنا زیادہ بہتر ہے۔ اس کے لئے انہوں نے 'قلی' کی علامت وضع کی جو 'وقف اولیٰ' کا مخفف ہے۔

③ 'وصل اولیٰ' جہاں ٹھہرنا اور ملا کر پڑھنا دونوں طرح جائز ہے۔ لیکن مابعد کے ساتھ ملا کر پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ اس کیلئے اُنہوں نے 'صلی' کی علامت وضع کی جو کہ 'وصل اولیٰ' کا مخفف ہے۔

④ 'وقف جائز' یعنی یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا بلا ترجیح برابر ہے۔ اس کے لئے اُنہوں نے 'ج' کی علامت وضع کی۔

⑤ 'وقف ممنوع' یعنی یہاں ٹھہرنا بالکل جائز نہیں ہے، لیکن اگر سانس ٹوٹ جائے یا تھک جانے کی بنا پر ٹھہر جائے تو دوبارہ پیچھے سے ملا کر پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے لئے اُنہوں نے 'لا' کی علامت وضع کی۔

اس مصحف کو پہلی نظر دیکھنے والا ہی وقف کی ان پانچوں اقسام کا بآسانی مشاہدہ کرسکتا ہے۔

ہم اس کمیٹی کے اراکین اور اس کے اس عظیم کام کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اس مصحف کی اشاعت اور اسے اس قدر خوبصورت انداز پر شائع کرنے میں اپنی بے پناہ مساعی صرف کیں اور بلا شبہ ان کا یہ کارنامہ انتہائی قابل قدر ہے، لیکن اس مصحف میں بھی کچھ اُمور قابل ملاحظہ رہ گئے:

① بعض کلمات کا رسم اہل عراق کے مصاحف جو روایتِ حفص پر مشتمل ہیں، کے خلاف ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۳۷ ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى﴾ میں کلمة کی تاء کو اس مصحف میں تاے مربوطہ کے ساتھ لکھا گیا ہے، حالانکہ اسے تاے مفتوحہ کے ساتھ کلمت لکھا جانا چاہئے تھا، کیونکہ عراقی مصاحف میں اسی طرح ہے۔

✳ اسی طرح سورۃ ص کی آیت نمبر ۵۵ ﴿وَإِنَّ لِلطّٰغِينَ لَشَرَّ مَئَابٍ﴾ اور سورۃ النبا:۲۲ میں ﴿لِلطّٰغِينَ مَئَابًا﴾ دونوں جگہوں پر للطاغين الف کے ساتھ لکھا گیا ہے، حالانکہ صحیح الف کے حذف کے ساتھ لِلطّٰغِينَ ہے، کیونکہ علماے رسم کے نزدیک اسی پر عمل رہا ہے، جیسا کہ سورۃ الصافات کی آیت ﴿بَلْ كُنتُمْ قَوْمًا طٰغِينَ﴾ اور سورۃ القلم کی آیت ﴿إِنَّا كُنَّا طٰغِينَ﴾ میں الف کے حذف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

✳ اسی طرح آیتِ قرآنی ﴿أَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ﴾ میں لفظ قائم کو یاء کے اوپر ہمزہ کے ساتھ لکھا گیا ہے، حالانکہ علماے رسم کے اُصول کی رو سے اسے نیچے ہونا چاہئے تھا، جیسا کہ سورۃ آل عمران میں ﴿وَهُوَ قَآئِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ﴾ میں یاء کے نیچے ہمزہ ڈالا گیا ہے۔

✳ اسی طرح سورۃ یونس کی آیت: ﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ میں لفظ کلمة کو اس مصحف میں تاے مفتوحہ کے ساتھ کلمت لکھا گیا ہے، حالانکہ صحیح تاے مربوطہ کے ساتھ ہے، کیونکہ اہل عراق کے مصاحف میں یہ اسی طرح ہے۔ اور امام دانیؒ نے المقنع اور امام شاطبیؒ نے العقیلة میں اسی کی تصریح کی ہے۔

② اس مصحف میں دوسری فروگذاشت یہ ہوئی ہے کہ ۳۳ سے زائد کلمات کی حرکات روایتِ حفص کے خلاف ہیں، یہ فروگزاشتیں زیادہ تر سورتوں کے آخر میں ہیں۔ مثال کے طور پر

✳ سورۃ المائدۃ کی آخری آیت: ﴿وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيرٌ﴾ میں قدیر کی راء پر دو ضمے لگے ہوئے ہیں۔ پھر اس سورہ کا آخر اگلی سورت کے ساتھ متصل ہے اور درمیان میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا فاصلہ موجود نہیں ہے۔ حالانکہ روایتِ حفص کے تمام طرق میں دونوں سورتوں کے درمیان بسملہ کا فاصلہ موجود ہے۔

لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ یہاں راء کے اوپر ایک ضمہ ڈالا جائے اور بسملہ کی رعایت کرتے ہوئے اسے میم کے ساتھ اِدغام کرکے پڑھا جائے، کیونکہ تنوین جب باء کے ساتھ ملے تو میم سے بدل جاتی ہے، جیسا کہ یہ علم تجوید اور علم ضبط کا مسلمہ اُصول ہے۔

✳ ایسے ہی سورۃ الفیل کی آخری آیت ﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ﴾ میں ماکول کی لام کے نیچے دو زیر ڈالی گئی ہیں۔ اسی طرح سورۃ قریش کی پہلی آیت: ﴿لإيلف﴾ میں لام کے اوپر شد ہے۔ ایسا اسلئے ہوا ہے کہ سورۃ الفیل کے آخر کو اگلی سورہ کے ساتھ بسملہ سے قطع نظر کرتے ہوئے ملایا گیا ہے، حالانکہ یہاں بھی بسملہ کا لحاظ ضروری ہے جیسا کہ پہلے یہ اُصول گزر چکا ہے لہٰذا یہاں لام کے نیچے دو زیریں اور لایلف میں لام پر شد نہیں ہونی چاہئے۔

③ وقف کی بعض علامات کو غیر مناسب مقامات پر لکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر:

✳ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۲۹ ﴿وَيُزَكِّيهِمْ﴾ پر 'قلی' کی علامت موجود ہے، حالانکہ یہاں 'صلی' کی علامت ہونی چاہئے تھی، کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ابراہیم واسمٰعیل کی دعا کا باقی ماندہ حصہ ہے اور اسے پہلے حصہ سے الگ نہیں ہونا چاہئے۔

✳ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ سورۃ البقرۃ کی آیت ﴿وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ﴾ کے بعد 'قلی' کی علامت موجود ہے حالانکہ یہاں 'ج' کی علامت موزوں تھی، جہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا برابر ہوتا ہے کیونکہ 'قلی' کی علامت وہاں استعمال ہوتی ہے جہاں کلام مکمل ہوجائے اور مابعد کلام سے اس کا لفظی اور معنوی تعلق ختم ہوجائے۔

✳ اسی آیت میں ﴿مَن يَشَاءُ﴾ کے بعد 'قلی' کی علامت موجود ہے حالانکہ یہاں 'صلی' کی علامت ہونا چاہئے تھے، کیونکہ بعد میں اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

www.KitaboSunnat.com

اس کے نبی کے قول کا باقی ماندہ حصہ ہے۔

٭ اسی طرح آیت ﴿ تَحۡمِلُهُ الۡمَلَائِكَة ﴾ کے بعد بھی 'قلی' کی علامت موجود ہے، حالانکہ یہاں 'صلی' کی علامت ہونی چاہیئے، وجہ وہی ہے جو سابقہ آیت میں ہے۔

④ پھر بعض ایک جیسے مقامات پر یہ فرق کیا گیا ہے کہ ایک جگہ تو علامتِ وقف موجود ہے لیکن اس جیسے دوسرے مقام پر وہ علامت موجود نہیں ہے، حالانکہ دونوں مقام پر ایک ہی اُصول پیش نظر رہنا چاہیئے:

٭ مثال کے طور پر سورۃ الاعراف کی آیت نمبر۷۳ ﴿هٰذِهٖ نَاقَةُ اللهِ لَكُمۡ آيَةً﴾ میں لفظ آیۃ پر تو 'صلی' کی علامت موجود ہے، لیکن سورۃ ہود کی آیت نمبر۶۴ ﴿وَيَا قَوۡمِ هذهٖ نَاقَةُ اللهِ لَكُمۡ آيَةً﴾ پر یہ علامت موجود نہیں، حالانکہ یہ آیت بھی اپنے سے پہلی آیت کے ساتھ متصل ہے، لہٰذا دونوں آیات میں اس علامت کا ہونا چاہیے تھا۔

٭ اسی طرح سورۃ النحل کی آیت نمبر۵۵ ﴿لِيَكۡفُرُوا بِمَا آتَيۡنَاهُمۡ فَتَمَتَّعُوا﴾ میں آتیناھم پر 'ج' کی علامت اور فتمتعوا پر 'صلی' کی علامت موجود ہے۔ لیکن سورۃ الروم کی آیت ﴿لِيَكۡفُرُوا بِمَا آتَيۡنَاهُمۡ فَتَمَتَّعُوا﴾ پر یہ دونوں علامتیں موجود نہیں ہیں، حالانکہ ان دونوں آیات میں بظاہر کوئی فرق نہیں ہے۔ ان کے علاوہ کچھ اور ملاحظات بھی ہیں، لیکن اختصار کے پیش نظر صرف انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قرآنِ عظیم کا تواتر

صحابہ کرامؓ نے حفظ اور کتابت دونوں ذرائع سے قرآنِ کریم کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کے حافظہ اور ان صحیفوں کو سامنے رکھ کر قرآنِ کریم کو مرتب کیا جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھے گئے تھے۔ اور جمع قرآن کا یہ کام کبار اور جلیل القدر صحابہ کی زیر نگرانی تکمیل پایا۔ حضرت ابوبکرؓ کے جمع کردہ قرآنِ کریم کی صحت پر تمام صحابہ کا اجماع تھا۔

پھر حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے اِنہی صحائف سے مہاجرین و انصار میں سے حفاظ اور ثقہ صحابہ کرامؓ جنہوں نے بالمشافہ رسول اللہ ﷺ سے قرآنِ کریم کو حاصل کیا تھا اور وہ عہد ابوبکرؓ میں جمع قرآن کی کمیٹی میں شامل تھے، کی زیر سرپرستی حضرت ابوبکرؓ کے اِنہی صحیفوں سے

قرآنِ کریم کے مصاحف نقل کروائے۔

چنانچہ قرآنِ کریم رسول اللہ ﷺ سے حفظ و کتابت دونوں طرح بذریعہ تواتر ہم تک پہنچا ہے۔ پھر لاکھوں لوگوں نے بغیر کسی ادنیٰ کمی وبیشی اور تغیر وتبدل کے اسے لاکھوں لوگوں کی طرف آگے نقل کیا اور یہ روزِ قیامت تک بذریعہ تواتر ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا رہے گا، جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

ان دلائل کی بنیاد پر بلا خوفِ تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اس وقت روے زمین پر قرآنِ کریم ہی وہ واحد کتاب ہے جو اَب تک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح آسمان سے اس کا نزول ہوا تھا، کیونکہ اسے قیامت تک کے لئے تمام انسانیت کے لئے ہدایت کا چراغ اور پوری نوعِ انسانی کے لئے حجت بننا تھا۔ چنانچہ حفاظتِ قرآن کے اس ربانی وعدہ نے پوری دنیا پر یہ مہر تصدیق ثبت کردی ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

''بلاشبہ ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔''

میں اللہ کی ذاتِ کریم وغفور سے خواستگار ہوں کہ اس کتابچہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہر علاقے اور ہر زمانہ میں علومِ قرآن سے متعلقہ حضرات کو اس سے نفع عطا فرمائے اور میرے لئے اسے توشۂ آخرت اور قیامت کی ہولناکیوں سے نجات کا سبب بنا دے۔ وہی مجھے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔ ہر قسم کی قوت اور طاقت اللہ کی بلند و برتر ذات کے لئے ہے۔

وصلّى الله وسلم وبارك على سيدنا ومولانا محمّد ﷺ
وعلى آله وصحبه أجمعين والحمد لله رب العالمين

دعائے صحت کی درخواست

فتنۂ غامدیت پر باقاعدگی سے تحقیقی مضامین لکھنے والے 'محدث' کے فاضل مقالہ نگار جناب مولانا محمد رفیق چودھری حفظہ اللہ فروری ۲۰۰۸ء کے پہلے ہفتے میں ٹریفک حادثے کا شکار ہوگئے۔ حادثے میں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے ڈاکٹروں نے اُنہیں آرام کی تلقین کی ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ وہ موصوف کی صحت یابی اور شفاے عاجلہ کے لئے خصوصی دعا کریں۔ 'محدث' میں ان کے عالمانہ مضامین کی عدمِ اشاعت کا ظاہری سبب یہی ہے، اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے دین کی بے انتہا خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

فقہ واجتہاد

ڈاکٹر صہیب حسن☆

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دُعا کا مسئلہ

ایک سائل پوچھتے ہیں: کیا فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دُعا مانگنا رسولِ اکرم ﷺ سے ثابت ہے؟ جیسا کہ اکثر علماے کرام فرض نمازوں کے بعد کچھ عربی میں اور کچھ اپنی زبان میں دُعا کرتے ہیں اور مقتدی حضرات ساتھ ساتھ آمین کہتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ سنتِ رسولؐ ہے یا بدعت؟ اگر یہ سنت ہے تو حدیث کا حوالہ ضرور دیں۔

جواباً عرض ہے کہ گو سوال فرض نمازوں کے بعد امام کی اقتدا میں اجتماعی دعا سے متعلق ہے لیکن اس میں دو دوسرے مسائل بھی ضمناً آجاتے ہیں:

① کیا ہر دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا لازم ہے؟

② کیا دعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرنا چاہئے؟

ہم اپنے تفصیلی جواب میں ان تینوں مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

جہاں تک فی نفسہٖ دعا کرنے کا تعلق ہے تو قرآن وحدیث کی نصوص اس بارے میں بھری پڑی ہیں، اس لئے ان کا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ ایسے ہی احادیث میں بہت سے ایسے اوقات بتائے گئے ہیں جن میں دعا قبول ہوتی ہے مثلاً فرض نمازوں کے بعد، اقامت اور اذان کے دوران، بوقتِ سحور اور افطار، سجدہ کے دوران، جمعہ کی ایک ساعت میں، وغیرہ وغیرہ

❶ دعا کرتے وقت ہاتھ اُٹھانے کے بارے میں یہ احادیث ملاحظہ ہوں:

① حضرت سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن ربكم حيي كريم يتسحي من عبده إذا رفع يديه إليه أن يردهما صفرًا» (سنن ابی داوٗد:۱۴۸۸)

''بے شک تمہارا رب حیادار اور کریم النفس ہے۔ اس بات سے شرماتا ہے کہ جب اس کا

☆ سیکرٹری اسلامک شریعہ کونسل، برطانیہ ◉ تخریج احادیث: کامران طاہر

www.KitaboSunnat.com

بندہ اس کی طرف دونوں ہاتھ اُٹھائے تو وہ انہیں ناکام اور خالی لوٹا دے۔''

② مالک بن یسار سکونی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إذا سألتم الله فسلوه ببطون أكفكم ولا تسألوه بظهورهما»

(سنن ابی داوٴد:۱۴۸۶)

''جب تم اللہ عزوجل سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں سے کرو، نہ کہ ہاتھ کی اُلٹی طرف سے۔''

③ انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے یہاں تک کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھا۔'' (صحیح بخاری:۱۰۳۰)

④ ان کی دوسری روایت ہے کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہتھیلیوں کے ساتھ اور اُلٹے ہاتھ دعا کرتے بھی دیکھا۔'' (سنن ابوداوٴد:۱۴۸۷)

اُلٹے ہاتھ سے دعا کرنا صرف ایک موقع پر تھا یعنی بارشوں کیلئے دعا (استسقاء) کے وقت۔

❷ اور جہاں تک دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں کوئی ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ مثلاً

① سنن ابوداوٴد میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایت، جس کے آخر میں کہا گیا:

«فإذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم» (رقم الحدیث:۱۴۸۵)

''اور پھر جب تم دعا سے فارغ ہوجاوٴ تو ہاتھوں سے اپنے چہروں کو چھوٴو۔''

امام ابوداوٴد کہتے ہیں کہ یہ روایت محمد بن کعب کے توسط سے ہی ایک سے زائد دفعہ مروی ہے جو کہ سب کے سب بے کار (واہیہ) اسانید ہیں۔ زیر نظر روایت کی اسناد ان میں سب سے بہتر ہے، لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔

② جامع ترمذی میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لئے دونوں ہاتھ اُٹھاتے تو اس وقت تک نہ نیچے کرتے جب تک اپنے چہرے پر نہ پھیر لیتے۔'' (رقم:۳۳۸۶)

یہ حدیث بھی ایک راوی حماد بن عیسیٰ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

③ ابوداوٴد میں سائب بن یزید سے مروی ہے، جو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ جب دعا کرتے تو اپنے ہاتھ اُٹھاتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے۔'' یہ سند عبداللہ بن لھیعہ اور ایک مجہول راوی حفص بن ہاشم بن عتبہ بن ابی

وقاص کی وجہ سے ضعیف ہے۔☆ (رقم الحدیث:۱۴۹۲)

☜ لیکن کیا پہلی حدیث، دوسری دونوں احادیث کے ساتھ مل کر 'حسن' درجہ تک نہیں پہنچ جاتی ہے؟ اس شبہ کا جواب شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ یوں دیتے ہیں:

''پہلی حدیث میں محمد بن کعب کے علاوہ ایک آدمی ایسا بھی ہے جس کا نام نامعلوم ہے۔ ابن ماجہ کے مطابق یہ شخص صالح بن حسان ہے، لیکن وہ انتہائی ضعیف راوی ہے۔ اس لئے یہ اضافہ منکر ہے اور مجھے ابھی تک اس کا اور کوئی شاہد نہیں ملا۔ اس لئے عز بن عبدالسلام یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ چہرہ پر سوائے جاہل① کے اور کوئی ہاتھ نہیں پھیرتا۔

ایسے ہی حضرت عمرؓ والی حدیث بھی اس کی شاہد نہیں بن سکتی، کیونکہ اس میں ایک راوی ایسا ہے جس پر حدیث گھڑنے کا الزام ہے، ابوزرعہ کہتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے اور مجھے ڈر ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔

اور اسی طرح سائب بن یزید والی حدیث بھی شاہد نہیں بن سکتی کہ اس کے ایک راوی ابن لہیعہ ہیں جو ایک مجہول راوی حفص بن ہاشم سے روایت کرتے ہیں۔ ذہبیؒ کہتے ہیں: اس سے صرف ابن لہیعہ روایت کرتے ہیں، نہیں معلوم کہ وہ شخص کون ہے؟''

(سلسلة الأحاديث الصحيحة:۱۴۶/۲)

③ اب یہ بھی ملاحظہ کرلیں کہ آنحضور ﷺ نے کن موقعوں پر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور کب نہیں اُٹھائے:

① نمازِ استسقاء میں ہاتھ اٹھائے۔ ② قنوت نازلہ کے موقع پر۔

③ سورج گرہن کے موقع پر۔ ④ غزوۂ بدر کی رات (مدَّ يده ثم قال:......)

⑤ خلوت میں: حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! میں تو صرف ایک بشر ہوں، تو مجھے سزا نہ دینا، اگر میں مؤمنین میں سے کسی بھی شخص کو ایذا پہنچاؤں یا بُرا بھلا کہوں تو اس کی وجہ سے مجھے سزا نہ

---

① مرفوع روایات اگرچہ پایۂ اسناد تک نہیں پہنچتیں، لیکن الأدب المفرد، حدیث ۶۰۹ میں عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کا اثر مذکور ہے کہ یہ دونوں حضرات دعا کے بعد اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔ شیخ زبیر علی زئی نے اپنی کتاب هدية المسلمين میں اس اثر کی سند کو حسن کہا ہے، اگر یہ اثر مقبول ہوتو چہرے پر ہاتھ پھیرنا کو جہالت یا بدعت کی طرف منسوب کرنا محل نظر ٹھہرتا ہے۔ (کامران طاہر)

دینا۔'' (الأدب المفرد:٦٢٩)

⑥ کسی کی درخواست پر: حضرت ابوہریرۃ راوی ہیں کہ طفیل بن عمرو الدوسی نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ! دوس قبیلے نے انکار کیا اور نافرمانی کی تو انہیں بددعا دیں، تو نبی ﷺ قبلہ رُو متوجہ ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے سمجھا کہ وہ اُنہیں بددعا دیں گے، لیکن اُنہوں نے کہا: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور اُنہیں واپس لے آ۔'' (صحیح بخاری:۲۹۳۷)

④ کچھ مواقع ایسے بھی ہیں جن میں آپؐ نے صرف انگلی سے اشارہ کیا یا صحابہ نے ایسا کیا:

① حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ ایک آدمی دو انگلیوں (کے اشارہ) سے دعا مانگ رہا تھا تو نبی ﷺ نے کہا: «أحد ، أحد» (ایک، ایک) (جامع ترمذی:۳۵۵۷)

امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب ہے کہ اگر آدمی تشہد میں دعا کرتے وقت دو اُنگلیوں سے اشارہ کرے تو اسے صرف ایک اُنگلی سے ہی اشارہ کرنا چاہئے۔

سنن ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔(رقم:۱۴۹۹)

② تشہد کے وقت دعا کی غرض سے اُنگلی چلانے کی روایت سنن نسائی اور صحیح ابن حبان میں ان الفاظ کے ساتھ روایت ہوئی: یُحرِّکھا ویدعو بھا (نسائی:۱۲۶۹،ابن حبان:۱۸۹۲)

''نبی ﷺ اس انگلی سے دعا کررہے تھے اور اُسے حرکت دے رہے تھے۔''

③ سفر کی دعا کے وقت انگلی اُٹھانا: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور اپنی سواری پر سوار ہوجاتے تو اپنی اُنگلی سے اشارہ کرتے۔ (راوی شعبہ نے اپنی اُنگلی کو پھیلایا) اور پھر یہ دعا پڑھتے:

«اللهم أنت الصاحب في السفر» ...... الخ (سنن ترمذی:۳۴۳۸)

لیکن ایسے بے شمار مواقع ہیں جہاں آپ کی دعا کا ذکر تو ملتا ہے، لیکن ہاتھ اُٹھانا مذکور نہیں ہے جیسے تشہد کے دوران دعائیں، مسجد میں داخل ہوتے اور باہر نکلنے کی دعا، گھر سے نکلنے اور داخل ہوتے وقت کی دعا، نمازِ جنازہ کے دوران دعا، بیت الخلا میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کی دعا، چھینکتے وقت یا چھینکنے والے کو دعا دینا، حالتِ سجود میں دعا کرنا وغیرہ۔

کہا جاسکتا ہے کہ ہاتھ اُٹھانے کا ذکر نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے، لیکن بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اس میں ہاتھ کا اُٹھایا جانا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا جیسے حالتِ سجود میں دعا کرنا کہ سجدے میں ہاتھ کا زمین پر رکھے رہنا ضروری ہے۔

الوداعی دعا دیتے وقت آنحضورﷺ کی یہ کیفیت بھی ملتی ہے جیسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

''اللہ کے رسولﷺ اگر کسی شخص کو اَلوداع کہتے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اُسے اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک وہ آدمی خود آپؐ کا ہاتھ نہ چھوڑ دیتا اور آپ یہ کہتے: «أستودع الله دينك وأمانتك وخواتيم عملك» (سنن ابوداود:۲۶۰۰)

اس تفصیل سے اتنا تو معلوم ہوا کہ ہر دعا میں نبیﷺ سے ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں ہے اور اسی لئے جہاں شوافع اور اہل حدیث نمازِ وتر میں دعاے قنوت پڑھتے وقت ہاتھ اُٹھاتے ہیں وہاں احناف صرف اس وجہ سے ہاتھ اٹھا کر نہیں بلکہ ہاتھ باندھ کر دعا کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک ایسا کرنا ہی افضل ہے۔

....

اب آئیے اصل مسئلہ کی طرف یعنی فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ہم حدیث، اُصولِ فقہ اور فقہ تینوں طرح سے استدلال ملاحظہ کرتے ہیں۔

(الف) حدیث کی روشنی میں: نبیﷺ کا مشہور ارشاد ہے:

«صلُّوا كما رأيتموني أصلي» (صحیح بخاری:۶۳۱)

''ایسے نماز پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

تو جہاں نماز کی ابتدا سے قبل آنحضورﷺ کا مقتدیوں کی طرف منہ کرکے صفوں کو دیکھنا، صفوں کو سیدھا کرنا اور سیدھا کرنے کے لئے ''سوّوا ، تراصّوا'' اور اس سے ملتے جلتے الفاظ کہنا آپ کے فعل سے ثابت ہے، اسی طرح ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ نماز کے فوراً بعد آپؐ کا کیا دستور رہا۔ آپؐ جونہی سلام پھیرتے تو یہ تسبیحات پڑھا کرتے تھے:

«اَستغفر الله» (تین مرتبہ) (صحیح مسلم:۵۹۱)

«اللهم أنت السلام ومنك السلام، تبارکت یا ذا الجلال والإکرام»
(صحیح مسلم:۵۹۲)

«اللهم لا مانع لما أعطیت ولا معطي لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد»
(صحیح مسلم:۵۹۳)

اور ایسے ہی ہر نماز کے بعد سبحان الله (۳۳ مرتبہ)، الحمد لله (۳۳ مرتبہ)، الله أکبر (۳۳ مرتبہ)، اور لا إله إلا الله وحده لا شریك له، له الملك وله الحمد وهو علی کل شيء قدیر (ایک مرتبہ) پڑھنے کی تلقین کی۔ (صحیح مسلم:۵۹۷)

صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی ایک ایک بات نوٹ کیا کرتے تھے جو احادیث و آثار کے ذریعے ہم تک پہنچیں، لیکن کسی نے اس بات کو نقل نہیں کیا کہ آپؐ ان تسبیحات سے قبل یا بعد میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے اور ان کے ساتھ تمام مقتدی 'آمین' کہا کرتے۔

عبادات توقیفی ہیں اور جو کچھ بھی نبی ﷺ نے کرکے دکھایا، وہ سنت بن گیا اور جس بات کو چھوڑ دیا حالانکہ اس کے کرنے کی طلب بھی تھی تو اس کا چھوڑنا ہی سنت ٹھہرا۔

☜ کہا جاسکتا ہے کہ اس ضمن میں چند احادیث موجود ہیں جن کا تذکرہ خود 'فتاویٰ نذیریہ' میں کیا گیا ہے۔ آئیے ان روایات کو جانچنے کی کوشش کریں:

1. اَسود عامری کی اپنے والد سے روایت مسند ابن ابی شیبہ میں یوں ذکر کی گئی ہے:

قال صلیت مع رسول الله ﷺ الفجر فلما سلَّم انصرف ورفع یدیه ودعا

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو پلٹے اور دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۰۹۳)

مصنف ابن ابی شیبہ کو مدینہ منورہ کے محمد العوامہ نے بڑی تحقیق کے ساتھ ۲۳ جلدوں میں شائع کیا ہے۔اور یہ حدیث تیسری جلد میں نمبر ۳۱۱۰ کے تحت دی گئی ہے۔ یہ حدیث مع اسناد ملاحظہ ہو:

حدثنا هشیم قال أخبرنا یعلی بن عطاء عن جابر بن یزید بن الأسود العامري عن أبیه قال صلیت مع رسول الله ﷺ الفجر فلمَّا سلَّم انحرف

اس روایت میں صرف سلام کے بعد اپنی جگہ سے ہٹنے کا ذکر ہے، ہاتھ اُٹھانے اور دعا کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ گویا یہ اضافہ مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی غیر مستند ایڈیشن میں دیا گیا ہے جو ہمارے پیش رو علماء کے مطالعہ میں رہا ہوگا۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے سلام کے بعد کھڑے ہونے یا اپنی جگہ سے ہٹ جانے کے بارے میں پندرہ احادیث و آثار درج کئے ہیں۔ ایک کا تذکرہ تو ہوگیا، باقی چودہ کا خلاصہ یہ ہے کہ

① عبداللہؓ بن مسعود جونہی نماز ختم کرتے یا تو کھڑے ہوجاتے یا ہٹ جاتے۔

② ابن عمرؓ نے کہا کہ امام سلام کے بعد اُٹھ کھڑا ہو یا ہٹ جائے۔

③ ابورزین نے کہا کہ میں نے حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی، اُنہوں نے دائیں اور بائیں سلام پھیرا، پھر یک دم اُٹھ گئے۔ (ثُمَّ وثب كما هو)

④ حضرت عمرؓ نے کہا کہ سلام کے بعد امام کا بیٹھے رہنا بدعت ہے۔

⑤ ابوحفصؒ نے کہا کہ ابوعبیدہؓ بن جراح جب سلام کہہ چکتے تو وہ اُٹھنے کے لئے اتنی جلدی مچاتے جیسے دہکتے کوئلوں پر بیٹھے ہوں۔ (كأنه على الرضف حتى يقوم)

⑥ حضرت عائشہؓ نے روایت کی کہ نبی ﷺ سلام پھیرنے کے بعد صرف اتنی دیر بیٹھتے جس میں «اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ذا الجلال والإكرام» کہا جاسکے۔ (صحیح مسلم:۵۹۲)

⑦ عبداللہؓ بن مسعود سے بھی بالکل ایسا ہی منقول ہے۔

⑧ سعیدؒ بن جبیر کہتے ہیں کہ ہمارے ایک امام تھے (جن کی فضیلت کا اُنہوں نے ذکر کیا)۔ وہ جونہی سلام پھیرتے تو آگے بڑھ جاتے۔

⑨ ابی مجلزؒ کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جس کے بعد تطوُّع (نفل نماز) ہو تو اس میں پھر جاؤ (فَتَحَوَّلْ إلا العَصر والفَجر) سوائے نمازِ عصر اور فجر کے۔

⑩ مجاہدؒ نے کہا کہ مغرب میں جگہ سے ہٹنا نہ چھوڑو۔

⑪ حسن بصریؒ سلام پھیرتے ہی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے یا کھڑے ہوجاتے۔

⑫ طاؤسؒ سلام پھیرتے ہی کھڑے ہوجاتے اور چلے جاتے، لیکن نہ بیٹھتے۔

www.KitaboSunnat.com

⑬ ابراہیم نخعیؒ سلام پھیرنے کے بعد مڑتے اور لوگوں کی طرف رخ کر لیتے۔

⑭ طارقؒ بن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب پلٹتے تو اپنا چہرہ لوگوں کی طرف کر لیتے۔

ان پندرہ احادیث و آثار میں ایک بھی ایسی روایت نہیں کہ آنحضورﷺ، صحابہ یا تابعین میں سے کوئی بھی نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہو۔

❷ فتاویٰ نذیریہ میں مذکور دوسری روایت حضرت انسؓ کی ہے: ”ما من عبد بسط كفيه دبر كل صلاة يقول اللهم إلٰهي وإلٰه إبراهيم...... الحديث“

”کوئی بھی شخص ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دونوں ہاتھوں کو نامراد نہیں پھیرتا۔“

اس روایت کو ابن سنی نے اپنی کتاب عمل اليوم والليلة میں درج کیا ہے، لیکن اس کے ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے۔ امام نسائیؒ نے اُنہیں غیر ثقہ کہا اور امام احمدؒ ان کی احادیث قبول نہیں کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال: ۶۳۱/۲)

❸ تیسری روایت حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ بیٹھے ہوئے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور کہا: اے اللہ! ولید بن الولید اور عیاش بن ربیعہ اور سلمہ بن ہشام اور کمزور مسلمانوں کو نجات دے جو کسی حیلہ کی طاقت نہیں رکھتے اور کفار کے ہاتھ سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتے۔ (فتاویٰ نذیریہ: ۵۶۵/۱)

یہ روایت ابن ابی حاتم نے بیان کی ہے اور اس کے راویوں میں ایک راوی علی بن زید ہیں جن کے بارے میں اکثر محدثین نے سخت جرح کی ہے اور ان کی حدیث قبول کرنے سے منع کیا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۱۲۸/۳)

گویا نماز کے بعد مطلق دعا کرنا اِجابت کے اوقات میں سے ہے، لیکن نبیﷺ نے اجتماعی طور پر نماز کے بعد دعا نہیں کی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے فرض نماز کو تو جماعت کے ساتھ پڑھایا لیکن نمازِ سنت انفرادی طور پر اور اکثر گھر میں ادا کی۔ سنت نمازوں میں تراویح کو تین دن جماعت سے ادا کیا تو اس کا جماعت سے ادا کرنا ثابت ہوگیا۔ آنحضورﷺ انفرادی طور پر گھر میں قیام اللیل (تہجد) ادا کیا کرتے تھے اور کبھی کبھار حضرت ابن عباسؓ یا حضرت انسؓ کا

آپؐ کے ساتھ نماز میں شامل ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(ب) **اُصولِ فقہ کے اعتبار سے**: سنت اُصولِ فقہ کے اعتبار سے احکامِ خمسہ میں سے ایک حکم ہے یعنی فرض، سنت، مباح، حرام اور مکروہ۔ احناف کے نزدیک دو اَحکام زائد ہیں یعنی فرض کے ساتھ واجب اور مکروہ تحریمی کے ساتھ مکروہ تنزیہی کا اضافہ کیا گیا۔ اس تقسیم کے اعتبار سے سنت جسے مندوب اور مستحب بھی کہا گیا، وہ امر ہے کہ جس کے کرنے پر ثواب اور جس کے چھوڑنے پر گناہ نہ ہو۔ البتہ سنت اگر مؤکدہ ہو یعنی جسے نبی ﷺ نے اکثر کیا ہو یا کرنے کی تاکید کی ہو تو اس کے چھوڑنے پر انسان قابلِ ملامت ٹھہرے گا۔ اس اعتبار سے اجتماعی دعا نہ سنتِ مؤکدہ ٹھہرتی ہے اور نہ غیر مؤکدہ، کیونکہ آپؐ سے اصلاً نمازوں کے بعد اجتماعی دعا منقول ہی نہیں، البتہ انفرادی دعا مطلق سنت کے ذیل میں آتی ہے۔

سنت کو اگر بدعت کے مقابلہ پر رکھا جائے تو سنت بھی دو طرح کی ہوگی: فعلی یا ترکی یعنی جس چیز کو نبیؐ نے خود کیا، وہ سنتِ فعلی ہے اور جس چیز کو کرنے کی طلب کے باوجود نہیں کیا وہ سنتِ ترکی کہلائے گی یعنی اس کا چھوڑنا ہی سنتِ نبویؐ ہے۔ مثلاً عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص کو چھینکنے کے بعد یہ کہتے سنا کہ الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ ابنِ مسعود نے فوراً اسے تنبیہ کی کہ نبی ﷺ نے اس موقع پر صرف الحمدللہ کہا تھا اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا تھا۔ الصلاۃ والسلام علی رسول اللہ کہنے کے کئی دوسرے مواقع ہیں جیسے آپؐ کا نامِ نامی کہے تو یہ الفاظ کہے یا سنے تو درود پڑھے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت یا باہر نکلتے وقت دعا کے ساتھ درود کے مندرجہ بالا الفاظ کہے۔

عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ کو دیکھا کہ وہ حرمِ مکی میں داخل ہوئے، طواف شروع کرتے وقت حجرِاسود کو بوسہ دیا اور پھر رُکنِ عراقی، رکنِ شامی اور رکنِ یمانی تینوں کا استلام کیا (یعنی اُن پر ہاتھ پھیرا) عبداللہ بن عباسؓ نے فوراً اُنہیں ٹوکا کہ رکنِ عراقی اور رکنِ شامی کا استلام کرنا سنت نہیں ہے۔ حضرت معاویہ نے کہا: میرے نزدیک کعبہ کا کوئی ستون بھی مہجور (قابل ترک) نہیں ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں ارکان پر ہاتھ نہیں پھیرا اور بالآخر حضرت معاویہؓ نے اس بات کو تسلیم کرلیا۔

www.KitaboSunnat.com
مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

اب دیکھیں کہ نماز کے بعد اجتماعی دعا کا موقع بھی ہے اور وقتِ اجابت بھی۔ مسلمانوں کی حاضری بھی ہے، ایک خیر کی طرف سبقت لے جانے کا عظیم موقع بھی ہے، لیکن ان تمام دَواعی (طلب یا کشش) کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے اجتماعی دعا نہیں کی تو پھر اس کا نہ کرنا ہی سنت ٹھہرا۔

☜ جہاں تک بدعت کا تعلق ہے تو اس کی ایک تعریف تو حدیثِ رسولؐ سے معلوم ہوتی ہے: «من عَمِل عملًا ليس عليه أمرنا فهو رَدّ» یعنی ''جس نے وہ کام کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' یا بالفاظِ دیگر جو کام آنحضور ﷺ کے فعل کے مطابق نہیں ہے تو وہ قابل ردّ ہے اور پھر علماے اُصول میں سے امام شاطبی (م ۷۹۰ھ) نے بدعت کی تعریف یوں کی: وہ امر جسے رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا، حالانکہ آپؐ کے زمانہ میں اس کے کرنے کا داعیہ (طلب) پایا گیا ہو اور کوئی مانع بھی نہ پایا گیا ہو۔

مثال کے طور پر آنحضور ﷺ نے بروایتِ عائشہؓ اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں کعبہ کو از سر نو قواعدِ ابراہیم علیہ السلام کے مطابق بنانا چاہتا ہوں اور وہ اس طرح کہ اس کے دو دروازے ہوں، ایک داخل ہونے کے لئے اور دوسرا باہر نکلنے کے لئے۔ لیکن صرف اس وجہ سے ایسا نہیں کر پا رہا ہوں کہ تمہاری قوم نئی نئی اسلام میں داخل ہوئی ہے، یعنی اگر ایسا کیا گیا تو یہ لوگ بدک جائیں گے اور کہیں گے کہ محمد ﷺ نے تو ہر چیز بدل ڈالی یہاں تک کہ کعبہ کو بھی نہ چھوڑا۔ گویا آنحضور ﷺ یہ کام کرنا چاہتے تھے، لیکن ایک رکاوٹ حائل تھی جس کی بنا پر یہ کام نہ کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے زمانۂ خلافتِ حجاز میں آنحضور ﷺ کی اس خواہش کی تکمیل کردی، کیونکہ اس وقت تک وہ رکاوٹ ختم ہوچکی تھی جس کا خدشہ آپؐ نے ظاہر کیا تھا۔ لوگ اسلام میں راسخ ہوچکے تھے اور کعبہ کی از سر نو مکمل تعمیر پر اُنہیں کوئی اعتراض نہ تھا۔ مکمل تعمیر سے مراد حطیم کے حصہ کو بھی کعبہ کی عمارت میں لانا مقصود تھا جو اہلِ عرب زمانۂ جاہلیت میں نہ کرپائے تھے، ہوا یہ تھا کہ سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی عمارت بوسیدہ ہوگئی تھی۔ چنانچہ اہل عرب نے دوبارہ اس کی تعمیر کی، لیکن شرط یہ رکھی کہ صرف اپنے پاکیزہ اموال اس کی تعمیر میں صرف کریں گے، اس طرح وہ صرف اتنی عمارت مکمل کرپائے جتنی ان کے اموال

میں گنجائش تھی اور حطیم کا حصہ تعمیر سے باہر رہ گیا۔

یہ بعد کی بات ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے جب عبداللہ بن زبیر کو شکست دی، اُنہیں شہید کیا تو ان کے بنائے ہوئے نشانوں کو مٹانے کی غرض سے ان کا تعمیر کردہ زائد کعبہ مشرفہ بھی منہدم کردیا اور کعبہ اسی حالت میں رہنے دیا جیسے آنحضور ﷺ کے زمانہ میں تھا۔ پھر عباسی خلیفہ منصور نے دوبارہ اس کی تکمیل کا ارادہ کیا، لیکن امام مالکؒ نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک خلیفہ اس کی تعمیر کرے اور دوسرا اُس کی دشمنی میں اِسے گراتا رہے۔

دوسری مثال جمع قرآن کی ہے۔ آنحضور ﷺ اپنی حیات میں جتنا جتنا قرآن نازل ہوتا جاتا، اسے لکھواتے جاتے اور کئی صحابہ کے سینوں میں وہ اسی ترتیب کے ساتھ محفوظ ہوتا گیا جس ترتیب سے نازل ہوا تھا، لیکن ایک کتاب کی شکل میں اس کا شروع تا آخر لکھا جانا اس لئے ناممکن تھا کہ آنحضور ﷺ کی وفات تک قرآن نازل ہوتا رہا۔ گویا جمع قرآن مطلوب تو تھا، لیکن مندرجہ بالا سبب کی بنا پر اس کا نبی ﷺ کی حیات میں جمع ہونا ممکن نہ تھا۔ آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد مزید قرآن نازل ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اب ابتدا بھی معلوم اور انتہا بھی؛ پڑھا بھی جاتا تھا اور سینوں میں محفوظ بھی تھا، صرف اتنی کسر تھی کہ اسے ترتیب کے ساتھ ایک جگہ لکھ لیا جائے اور یہ کام حضرت ابوبکرؓ نے زید بن ثابتؓ کو ذمہ دار بنا کر کرڈالا۔ یہ دو مثالیں تو ان اعمال کی ہوگئیں جو آنحضور ﷺ کی حیات کے بعد کئے گئے اور اُنہیں جائز بھی قرار دیا گیا، کیونکہ ان دونوں کاموں کے کرنے کی طلب موجود تھی، صرف رکاوٹ حائل تھی، جونہی موقع سازگار ہوا اُنہیں کرلیا گیا۔

اب مثال لے لیجئے اس امر کی کہ جس کی طلب آنحضور ﷺ کے زمانہ میں موجود تھی، کرنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی پھر بھی اللہ کے رسول ﷺ نے وہ عمل نہیں کیا، لیکن اگر کوئی اس عمل کو کرنے پر مصر ہو تو وہ بدعت کہلائے گا۔ جیسے آنحضور ﷺ کا یومِ ولادت منانا جسے عام طور پر 'میلاد' کہا جاتا ہے۔ آنحضور ﷺ کی حیات میں اس یوم کو منانے کا داعیہ موجود تھا کہ اہلِ عرب کے ہمسایہ اقوام میں عیسائی حضرت عیسیٰ کا یومِ پیدائش (کرسمس) منایا کرتے تھے اور پھر آنحضور ﷺ کے لئے ایسی کوئی رکاوٹ بھی موجود نہ تھی جو انہیں اس کام کرنے سے

روکتی۔ وہ بلا کھٹکے اپنے جدِامجد اسماعیل علیہ السلام یا ابراہیم علیہ السلام کا دن منا سکتے تھے۔ پھر جب آپؐ نے اس کام کو چھوڑے رکھا تو اس کا چھوڑنا ہی سنتِ نبویؐ ہے اور اس کا کرنا بدعت کہلائے گا۔فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنے کو بھی اس تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(ج) فقہ و فتویٰ کے اعتبار سے

◉ اس موضوع پر امام شاطبیؒ کے دلائل کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

① آنحضورﷺ کے زمانہ میں تشریع (شریعت قائم کرنا) کا ظاہر ہونا بعد کے زمانوں سے اولیٰ تھا اور جب نبیﷺ نے ایسا نہیں کیا تو اس کا نہ کرنا ہی سنت ہوگا۔

② آنحضورﷺ سے زیادہ اور کون مستجاب الدعوات ہوسکتا ہے اور اگر نمازوں کے بعد اجتماعی دعا اس مقصد کے لئے مفید ہوتی تو آنحضورﷺ سب سے پہلے یہ کام کرتے اور خاص طور پر جب دن میں پانچ مرتبہ اس کا موقع مل رہا ہو۔اور جب آپؐ نے ایسا نہیں کیا تو ایسا نہ کرنا ہی مطلوب ہے اور پھر یہ بھی ملاحظہ ہو کہ آنحضورﷺ کے زمانہ کے بعد ایسی اجتماعی دعا میں تو وہ برکت نہیں ہوسکتی جو آنحضورﷺ کے ہوتے ہوئے موجود تھی۔

③ لوگ اس بات کے شدید حاجت مند تھے کہ آنحضورﷺ اُنہیں ایسی دعائیں سکھلائیں جو ان کے لئے باعثِ خیروبرکت ہوں اور اس کام کا بہترین وقت نماز کے بعد کا تھا کہ جب لوگ کثرت سے مسجد میں موجود رہتے تھے،لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔ اُمت کو دعائیں سکھائیں،لیکن بطورِتعلیم؛ دعا کی تو سری طور پر اپنے لئے بھی اور اُمت کے لئے بھی،البتہ اجتماعی دعا کا اہتمام نہیں کیا۔

④ مسلمانوں کو نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر تعاون کا حکم دیا گیا ہے۔ (المائدہ:۲) نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنا بھی اس کی ایک بہترین شکل ہوسکتی تھی کہ اس کام میں سب سے پہلے اللہ کے رسولﷺ کو سبقت لے جانا چاہئے تھا،لیکن جب آپؐ نے ایسا نہیں کیا تو ایسا نہ کرنا ہی بہتر ٹھہرا۔

⑤ عام لوگ، عربی زبان میں پوری مہارت نہیں رکھتے، دعا کرتے وقت لحن (غلطی) بھی کرسکتے ہیں۔ اس لئے آنحضورﷺ تعلیم کی خاطر بھی اجتماعی دعا کرسکتے تھے تاکہ لوگ

لحن سے بچ سکیں، لیکن آنحضورﷺ نے نمازوں کے بعد خاص طور پر اس امر کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ (الاعتصام از امام شاطبیؒ: ۱/۲۷۰)

◉ شاطبیؒ سے قبل امام قرافیؒ (م۶۸۴ھ) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب 'الفروق' کے آخری فرق (نمبر۲۷۴) میں یہ عنوان قائم کیا ہے:

قاعدہ: دعا میں کیا مکروہ ہے اور کیا مکروہ نہیں ہے؟

جس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

''دعا تو اصلاً مندوب فعل ہے، لیکن بعض عوارض کی بنا پر یہی دعا حرام ہوجاتی ہے یا مکروہ اور اس کے پانچ اسباب ہوسکتے ہیں:

① جگہ کے اعتبار سے کہ جہاں دعا کی جارہی ہے جیسے کنیسہ، حمام، نجس اور گندی جگہ، شراب خانہ وغیرہ۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہﷺ نے سات جگہوں پر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے: کوڑے کے ڈھیر، مذبح خانہ، مقبرہ، لوگوں کے چلنے کا راستہ، حمام، اونٹوں کا باڑہ اور بیت اللہ کی چھت۔ (سنن ترمذی:۳۴۶) گو اس حدیث کی اسناد قوی نہیں ہے۔

② ہیئت کے اعتبار سے: یعنی انسان اونگھتے ہوئے یا خوب کھا پی کر یا بیت الخلا جانے کی شدید حاجت کے وقت دعا کرے کہ یہ حالتیں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے منافی ہیں۔

③ دلوں کی پراگندگی اور فخر وغرور کا اندیشہ ہو: اس لئے امام مالکؒ اور علما کی ایک جماعت نے ائمہ مساجد کے لئے فرض نمازوں کے بعد جہری طور پر اجتماعی دعا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح امام کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ مقتدیوں سے بہتر ہے اور اللہ اور بندوں کے درمیان بندوں کی حاجتیں پورا کرنے کے لئے اسے واسطہ سمجھا گیا ہے اور ان خیالات کی بنا پر اوّل تو اس کا نفس پھول جائے گا اور بجائے اللہ کی اطاعت کے، نافرمانی کا زیادہ امکان رہے گا۔ مروی ہے کہ بعض ائمہ نے حضرت عمرؓ سے نماز کے بعد اپنی قوم کے لئے دعا کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت عمرؓ نے کہا: ''مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تمہارا نفس اتنا پھول جائے کہ کہیں ثریا تک نہ پہنچ جائے۔''

④ ایسے کام پر مدد حاصل کرنے کی دعا کرے جو پیشے کے اعتبار سے نچلے درجے کا ہو جیسے

حجامہ (سینگی لگوانا)، نر جانور کو مادّہ سے تعلق قائم کرنے پر اُبھارنا، حمام کو روزی بنانا جبکہ اسے ان سے بہتر وسیلہ رزق حاصل کرنے پر قدرت ہو۔ یہ کراہت وسائل سے متعلق ہے۔

⑤ دعا حصولِ ثواب کے لئے نہ ہو بلکہ زبان پر کچھ الفاظ ایسے چڑھے رہتے ہوں کہ بلا قصد زبان پر جاری ہوجائیں جیسے تاجر حضرات اپنی اشیا کو خرید وفروخت کے لئے پیش کرتے وقت نعرہ لگاتے ہیں: الصلاة والسلام علیٰ خیر الأنام.

امام مالکؒ کہتے ہیں: کتنے ہی لوگ یہ الفاظ بطورِ عبادت کہتے ہیں نہ کہ حصولِ ثواب کی نیت سے، کیونکہ یہ کلمہ خیر ہے، لیکن معناً دعا ہے۔ جبکہ بعض علما نے اسے اس قاعدہ سے تعبیر کیا ہے کہ ''ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے تقرب کے لئے مشروع ہو تو وہ اس وقت تقرب کا ذریعہ بنے گی جب اسے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اظہارِ بزرگی کے لئے کیا جائے گا نہ کہ بطورِ کھیل۔''

(الفروق: ۴/۴۴۳ تا ۴۴۵)

اب آخر میں ہم عصر حاضر کے دو نامور مفتی اور علما کا فتویٰ پیش کرتے ہیں:

◉ سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن بازؒ سے سوال کیا گیا: کیا آنحضور ﷺ سے فرض نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے، کیونکہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا نہیں کیا کرتے تھے؟

جواب: نبی ﷺ سے فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں ہے اور ہمارے علم میں کسی صحابی سے بھی ایسا منقول نہیں ہے، اور کچھ لوگوں کا ہر فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ایسی بدعت ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے وہ کام کیا جس پر ہمارا اَمر نہیں تو وہ قابل ردّ ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۷۱۸)

اور نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''جس نے ہمارے اس امر میں (اسلام) کوئی نئی چیز داخل کی تو وہ قابل ردّ ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۶۹۷)

چنانچہ سعودی عرب کی 'دائمی کمیٹی برائے فتویٰ' نے اس موضوع پر یہ فتویٰ دیا:

''امام کے سلام کے بعد ایک آواز سے اجتماعی دعا پر ایسی کوئی دلیل نہیں کہ جس کی بنا پر اسے مشروع سمجھا جائے۔ فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا، چاہے صرف امام کی جانب سے ہو یا مقتدی کی جانب سے یا دونوں کی جانب سے ہو، سنت نہیں بلکہ یہ بدعت☆ ہے اس لئے

کہ ایسی دعا نہ نبی ﷺ سے وارد ہے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ سے، البتہ اس کے علاوہ دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ کئی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔'' (فتاویٰ اسلامیہ،ص ۳۱۸،۳۱۹)

◉ شیخ محمد بن صالح عثیمینؒ لکھتے ہیں:

''نماز ختم کرتے ہی ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا مشروع نہیں ہے، انسان اگر دعا کرنا ہی چاہتا ہے تو نماز کے دوران دعا کرنا بعد میں دعا کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ نبی ﷺ نے بروایت عبداللہ بن مسعود تشہد کا ذکر کیا اور پھر کہا: جو دعا چاہے اختیار کرے۔'' (صحیح بخاری:۸۳۵) اور بعض لوگوں نے عادت سی بنا لی ہے کہ جب کبھی نفل نماز پڑھی تو فوراً دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا لئے، اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ دعا سرے سے کی ہی نہیں (صرف ہاتھ اُٹھائے تھے)۔ اکثر ایسا دیکھا جاتا ہے کہ انسان نفل نماز کے لئے تشہد میں ہوتا ہے، ادھر نماز کے لئے اقامت ہو رہی ہوتی ہے اور یہ شخص تشہد سے سلام پھیرتے ہی اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا دیتا ہے اور پھر چہرے پر پھیر لیتا ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہاتھ اٹھانا ہی مقصود تھا تاکہ اس دعا کا التزام کیا جاسکے جو ان کے نزدیک مشروع ہے، حالانکہ وہ مشروع نہیں ہے، چنانچہ اس حرکت کو لازم رکھنا بدعت میں شمار ہوگا۔'' (فتاویٰ ارکان الاسلام: ص ۳۳۹)

اُمید ہے یہ مسئلہ اب واضح ہو چکا ہوگا۔ والحمدللہ الذی تتم بہ الصّٰلحٰت

اسی موضوع پر محدث میں اس سے قبل تفصیلی مضمون شائع ہو چکا ہے، جس میں برصغیر کے علماے کرام بالخصوص علماے دیوبند کے فتاویٰ بھی درج کئے گئے ہیں۔ (دیکھیں 'محدث' مئی ۲۰۰۳ء، ص ۱۷)

☆ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں، البتہ کسی کی درخواست پر فرض نمازوں کے بعد یا کسی اور موقع پر اجتماعی دعا کی جاسکتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری:۱۰۲۹ میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں ہے کہ ''أتی رجل أعرابي من أھل البدو إلی رسول اللہ یوم الجمعة فقال یا رسول اللہ ھلکت الماشیة، ھلك العیال، ھلك الناس، فرفع رسول اللہ یدیه یدعو ورفع الناس أیدیھم معه یدعون'' ''ایک دیہاتی جمعہ کے دن آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! (بارش نہ ہونے کی وجہ سے) مویشی ہلاک ہوگئے، بال بچے تباہ ہوگئے اور لوگ مر گئے تو آپؐ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے لوگوں نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا لیے۔ لہٰذا فرض نماز کے بعد کبھی کبھار کسی کی درخواست پر اجتماعی دعا مانگی جاسکتی ہے۔ (طاہر)

LRL No. 183
Vol. 40 NO.4

Monthly MUHADDIS Lahore

5866476
5866396

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے ——— زرِ سالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700